مجلہ طلوع اسلام کا اجراء 1938ء میں علامہ اقبالؒ کے ایماء اور قائد اعظمؒ کی خواہش پر عمل میں آیا

قرآنی نظامِ ربوبیت کا پیامبر

ماہنامہ

طلوعِ اسلام

لاہور

قیمت فی پرچہ

15/- روپے

ٹیلیفون

5714546/6541521

idara@toluislam.com

خط و کتابت

ناظم ادارۂ طلوعِ اسلام (رجسٹرڈ) 25 بی گلبرگ 2 لاہور

بدل الاشتراک

سالانہ

پاکستان۔ 170 روپے

غیر ممالک۔ 800 روپے

جلد 52 | جون 1999ء | شمارہ نمبر 06

Bank Account No. 3082-7, National Bank of Pakistan, Main Market Gulberg Branch, Lahore

ادارت

مدیر :- محمد سلیم اختر

مجلس مشاورت

ڈاکٹر صلاح الدین اکبر (اردو سیکشن)

محترمہ شمیم انور (انگلش سیکشن)

سرکولیشن مینجر : مرزا محمد زمرد بیگ

کمپوزر : شعیب حسین

انتظامیہ

چیئرمین :- ایاز حسین انصاری

ناظم :- محمد لطیف چوہدری

ناشر :- عطا الرحمان ارائیں

قانونی مشیران

جناب عبداللہ ثانی ایڈووکیٹ

جناب ملک محمد سلیم ایڈووکیٹ

جناب محمد اقبال چوہدری ایڈووکیٹ

پرنٹرز: نذیر شریف پرنٹرز' 43 ریٹی گن روڈ' لاہور

فہرست

لمعات	(ادارہ)	3
ربٰو کے مسئلہ کا اصلی حل	(ادارہ)	6
شخصیت پرستی	(علامہ غلام احمد پرویزؒ)	11
انشاء اللہ	(سرسید احمد خان)	22
تین ممتاز علماء کی رائے	(ادارہ)	25
فوج طلب باتیں	(فاروق قیصر)	27
بزم طلوع اسلام کویت کی وضاحت	(بشیر احمد عابد)	29
غلام احمد پرویز، پاکستان اور اسلام	(رشید احمد)	36
انتظار کس کا؟	ناصر عالم	40
رپورٹ بزم بوریوالہ و کراچی صدر	(ادارہ)	42
فہرست موضوعات آڈیو درس قرآن از علامہ پرویز		44
In Her Own Right	Saima Hameed	49
Voice of Youth	Kubra Khawja	56
Why I am not a Christian?	Dr. Shabbir Ahmad	64

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لمعات

منحصر مرنے پہ ہو جس کی امید
ناامیدی اس کی دیکھا چاہیئے
(غالب)

اسلام نے انسانی جان کے احترام کو بڑی اہمیت دی ہے۔ اتنی اہمیت کہ انسانی زندگی کے احترام کو اس کے اخلاقی' تمدنی اور قانونی نظام میں مرکز و محور کی حیثیت حاصل ہے۔ حقوق العباد میں سرفہرست انسانی زندگی کا حفظ و احترام ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰہُ اِلَّا بِالْحَقِّ ط(6:152)-

انسانی جان کو اللہ تعالیٰ نے واجب الاحترام ٹھہرایا ہے اس لئے اسے حق کے بغیر قتل نہ کرو۔

سورہ المائدہ میں اس کی مزید تصریح فرما دی کہ انسانی جان کی قیمت بہت زیادہ ہے۔ اگر کسی نے کسی کو ناحق قتل کر دیا تو یوں سمجھو گویا اس نے پوری انسانیت کو قتل کر دیا اور اگر کسی ایک کی جان بھی بچالی تو اس نے گویا پوری انسانیت کو زندگی عطا کر دی (5:32)-

خودکُشی کی حرمت اللہ پر ایمان' عقیدۂ آخرت اور اِسلام کے مزاج کا لازمی تقاضا ہے۔ جان' مال اور آبرو کی حرمت کوئی وقتی مصلحت نہیں بلکہ دین کی بنیادی اقدار ہیں۔

خودکشی یا اپنے ہاتھوں اپنی زندگی کا خاتمہ کر دینا' انسانی زندگی کے تقدس کے اسلامی اصول کی ضد ہے۔ یہ صبر اور استقامت کے احکام سے متصادم ہے۔ یہ ہمت ہار دینے اور مایوسی کی پیداوار ہے جسے قرآن نے کفر کی علامت قرار دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خودکشی تو درکنار' موت کی خواہش کرنے سے بھی اسلام نے منع کیا ہے۔ اسی باعث ہر دور میں مسلمان ملکوں میں خودکُشی کا تناسب نہ ہونے کے برابر رہا ہے۔ آج تک دنیا میں خودکشی کے بارے جو بھی شماریاتی تحقیق ہوئی ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ ساری خرابیوں کے باوجود اس کا رواج مسلمان ملکوں میں سب سے کم بلکہ نہ ہونے کے برابر ہے۔

پاکستان میں آجکل خودکشی اور خودسوزی کے [illegible]

نہیں بلکہ ضرورت اس امر کی ہے کہ صورتِ حال کا گہرا تجزیہ کیا جائے اور اسباب کا صحیح تعین کیا جائے۔

افسوس ناک بات تو یہ ہے کہ خودکشی جیسی قبیح اور قابلِ حقارت حرکت ایک عام سی معمول کی چیز سمجھی جانے لگی ہے۔ خود سوزی کو بھی احتجاج کی ایک قابل قبول شکل کے طور پر پیش کیا جا رہا ہے۔ اس امر پر غور کرنے کی ضرورت ہے کہ آخر ایسے حالات کیوں پیدا ہو گئے ہیں کہ لوگ خودکشی جیسے دنیا اور آخرت دونوں کو خراب کرنے والے مذموم فعل کے ارتکاب پر مجبور ہو رہے ہیں۔ کوئی شخص اپنے آپ کو جلانے کا فیصلہ کرتا ہے تو وہ ذہنی طور پر مایوسی کی شدید ترین حالت میں گرفتار ہوتا ہے۔ ایسا کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ جب کسی کو محسوس ہوتا ہے کہ تمام راستے بند ہیں' کوئی آپشن میرے پاس نہیں رہا' میں اپنے بچوں کی کفالت نہیں کر سکتا' حکومتی جبر کا مقابلہ اب ناممکن ہے' میں پولیس کرپشن کا مقابلہ نہیں کر سکتا' عزت نفس کو محفوظ رکھنا اب ناممکن ہے' تب اس کا ذہن ان خطوط پر سوچنا شروع کرتا ہے اور انجامِ کار وہ اس انتہا تک پہنچ جاتا ہے' جسے ہم خودکشی یا خود سوزی کا نام دیتے ہیں۔

یہ ٹھیک ہے کہ اقدامِ خودکشی جرم ہے لیکن (مذکورہ صدر حالات میں) خودکشی کرنے والا اس جرم کا اتنا ذمہ دار نہیں جتنا ذمہ دار وہ معاشرہ ہے جو اسے اس اقدام پر مجبور کر دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فطرت کے اٹل قوانین (جو عدل کی صحیح بنیادوں پر قائم ہیں) اس فرد کو نہیں بلکہ پورے معاشرے کو سزا کا مستوجب قرار دیتے ہیں جب وہ معاشرہ پوچھتا ہے کہ ہمیں کس جرم کی سزا دی جا رہی ہے تو ان سے کہا جاتا ہے کہ اس جرم کی کہ لَا تُكْرِمُونَ الْيَتِيمَ (89:17) جو فرد تمہارے معاشرہ میں تنہا رہ جاتا تھا تم اس کی عزت نہیں کرتے تھے۔ وہ بھوکا ہوتا تھا تو تم اس کے کھانے کا انتظام نہیں کرتے تھے إِطْعَامٌ فِي يَوْمٍ ذِي مَسْغَبَةٍ (90:14)- اس فرد کے کھانے کا جو تم سے اتنا قریب ہونے کے باوجود اپنے آپ کو تنہا پاتا تھا يَتِيمًا ذَا مَقْرَبَةٍ (90:15)- یا اس گرد آلود خاک نشین محتاج کا جسے کاروبار کے لئے کوئی راستہ نہیں ملتا تھا أَوْ مِسْكِينًا ذَا مَتْرَبَةٍ ○ (90:16)-

اور آپ کو معلوم ہے کہ فطرت کی عدالت سے اس جرم کی سزا کیا ملا کرتی ہے؟ وہ ان تمام خوش حالیوں کو چھین لیا کرتی ہے جو اس نے عطا کر رکھی ہوں بَلْ نَحْنُ مَحْرُومُونَ ○ (68:27)- اور آسمان کی بلندیوں پر اڑنے والوں کو زمین کی پستیوں میں دھکیل دیا کرتی ہے جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا (11:82)-

حَذَر اے چیرہ دستاں! سخت ہیں فطرت کی تعزیریں

اسلام اجتماعی زندگی میں ایسی بنیادی اور انقلابی اصلاحات کا داعی ہے جو فرد اور معاشرے دونوں کیلئے صحت مند حیات طیبہ کی راہیں ہموار کر سکیں۔ معاشرے میں ظلم' حق دار کو اس کے حق سے محروم رکھنا' عام انسانوں کی بنیادی ضروریات کا عزت سے پورا نہ ہونا' دولت کا چند ہاتھوں میں مرکوز ہو جانا یہ سب وہ چیزیں ہیں جو قوموں کی تباہی و تنزلی کا سبب بنتی ہیں اور ان کی اصلاح کے بغیر (جو قرآنی نظام قائم کرنے کے سوا ممکن نہیں) محض اخلاقی تلقین سے مطلوبہ تبدیلی نہیں آسکتی۔

پاکستان کا قیام ایک ایسے معاشرے اور معیشت کو وجود میں لانے کیلئے تھا جو قرآن کے بیان کردہ اصول انصاف و اخوت پر مبنی ہو۔ اقبالؒ اور قائداعظمؒ کا نام تو ہماری قیادتوں نے دل کھول کر لیا ہے مگر ان کے بتائے ہوئے مقاصد اور اہداف سے عملاً کوئی دلچسپی نہیں دکھائی۔ اقبالؒ نے مسلمانوں کے اسلامی تشخص' اسلامی قانون کے احیاء' غربت و افلاس سے مسلمانوں کی

نجات کو پاکستان کا مقصد قرار دیا تھا اور اپنے 1930ء کے معروف خطبہ الٰہ آباد اور قائداعظمؒ سے خط و کتابت میں ان چاروں امور کو نہایت واضح الفاظ میں بیان کر دیا تھا۔ خود قائداعظمؒ نے سرمایہ داری' جاگیرداری اور اشتراکیت کے مقابلے میں اسلام کے عادلانہ نظام معیشت کے قیام کو منزل پاکستان قرار دیا تھا۔ جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کے ظلم سے نجات اور غریب عوام کی خدمت اور انہیں معاشی مواقع فراہم کرنے کو اپنا مشن قرار دیا تھا۔ انہوں نے جولائی 1948ء میں اسٹیٹ بنک کا افتتاح کرتے ہوئے جو تقریر کی تھی (اور جو غالباً ان کی زندگی کی آخری تقریر تھی) اس میں انہوں نے کہا تھا:

"ہمارے پیشِ نظر مقصد یہ ہے کہ یہاں کے عوام خوشحالی اور اطمینان کی زندگی بسر کریں۔ اس مقصد کا حصول مغرب کے اقتصادی نظام کو اختیار کرنے سے نہیں ہو سکے گا۔ ہمیں اپنا راستہ آپ متعین کرنا چاہئے اور دنیا کے سامنے ایسا نظام پیش کرنا چاہئے جو اسلامی مساوات اور عدلِ عمرانی کے اسلامی تصورات پر مبنی ہو۔ صرف یہی طریق ہے جس سے ہم اس فریضہ سے عہدہ برآ ہو سکیں گے جو ہم پر مسلمان ہونے کی حیثیت سے عائد ہوتا ہے اور ہم دنیا کو وہ پیغام دے سکیں گے جو اسے تباہیوں سے بچا لے جائے اور نوعِ انسان کی بہبود و مسرت اور خوشحالی کا ضامن ہو سکے۔ یہ کام کسی اور نظام سے نہیں ہو سکتا۔"

قائداعظمؒ نے 1943ء میں دہلی میں آل انڈیا مسلم لیگ کے خاص اجلاس میں جو الفاظ کہے تھے کیا وہ آج کے پاکستان پر 52 سال بعد بھی حرف بہ حرف صادق نہیں آ رہے؟

"اس مقام پر میں زمینداروں اور سرمایہ داروں کو بھی متنبہ کرنا چاہتا ہوں۔ وہ ایک ایسے فتنہ انگیز ابلیسی نظام کی رو سے' جو انسان کو ایسا بدمست کر دیتا ہے کہ وہ کسی معقول بات کے سننے کے لئے آمادہ نہیں ہوتا' عوام کے گاڑھے پسینے کی کمائی پر رنگ رلیاں مناتے ہیں۔ عوام کی محنت کو غصب کر لینے کا جذبہ ان کے رگ و پے میں سرایت کر چکا ہے۔ میں اکثر دیہات میں گیا ہوں۔ میں نے دیکھا ہے کہ لاکھوں خدا کے بندے ہیں جنہیں ایک وقت بھی پیٹ بھر کر روٹی نہیں ملتی۔ کیا اسی کا نام تہذیب ہے؟ کیا یہی پاکستان کا مقصود ہے؟ اگر پاکستان سے یہی مقصود ہے تو میں ایسے پاکستان سے باز آیا۔ اگر ان سرمایہ داروں کے دماغ میں ہوش کی ذرا سی بھی رمق باقی ہے تو انہیں زمانے کے بدلتے ہوئے تقاضوں کے ساتھ چلنا ہو گا۔ اگر انہوں نے ایسا نہ کیا تو ان کا خدا حافظ۔ ہم ان کی کوئی مدد نہیں کر سکیں گے۔"

آج پاکستانی معاشرہ جس عذاب میں مبتلا ہے اور حرام موت کا یہ سلسلہ ہماری تاریخ میں پہلی بار جس انداز اور جس تعداد میں سامنے آ رہا ہے بلاشبہ یہ نتیجہ ہے اللہ کے قوانین سے روگردانی کا اور ایسے لوگوں کے ہاتھوں میں زمام کار دینے کا جو اللہ سے اور اس کے بندوں کے مسائل و مصائب سے غافل ہیں۔ یہ حالات ایک دن کی پیداوار نہیں بلکہ پچھلے پچاس سال کے مسلسل بگاڑ کا نتیجہ ہیں۔ اس عذاب سے بچاؤ کا ایک ہی طریقہ ہے اور وہ ہے اللہ کے نظام کی طرف پلٹنا' اپنے گناہوں اور اپنی غفلتوں سے توبہ' شر اور ظلم سے مصالحت کی بجائے اس کا مردانہ وار مقابلہ اور انفرادی اصلاح اور اخلاقی قوت کی تعمیر کے ساتھ ساتھ اجتماعی جدوجہد' جس سے قرآنی معاشرہ وجود میں آسکے۔ ہماری ذمہ داری جدوجہد اور کوشش ہے' نتائج قوانین خداوندی کے مطابق ظاہر ہونا شروع ہو جائیں گے۔ اگر خلوص سے صحیح نصب العین کے لیے جدوجہد کی جائے تو راہ کی مشکلات خود بخود آسان سے آسان تر ہوتی چلی جاتی ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ادارہ

ربٰو کے مسئلہ کا اصلی حل

قرآن کی رو سے ربٰو کی جامع اور مانع تعریف ان چار الفاظ کے اندر موجود ہے جو سورہ بقرہ کی آیت نمبر 279 میں آئے ہیں۔

وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ

اگر تم توبہ کرو تو تمہارے لیے تمہارا راس المال ہے۔

سابقہ آیت میں کہا گیا ہے کہ اگر تم ربٰو لینے سے باز نہ آئے تو اسے خدا اور رسولؐ کے خلاف بغاوت تصور کیا جائے گا اس کے بعد مندرجہ بالا آیت میں کہا ہے کہ اگر تم ربٰو لینے سے باز آجاؤ اور توبہ کر لو تو تم اپنا اصل زر واپس لے لو۔ اس کے بعد ہے:

لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ ۝ (2:279)-

اس سے نہ تم کسی پر ظلم کرو گے نہ تم پر ظلم ہو گا۔

اس سے واضح ہے کہ

(1) اگر صرف اصل زر واپس لیا جائے تو اس سے مقروض پر ظلم نہیں ہوتا۔

(2) اگر اصل زر سے کچھ بھی زیادہ لیا جائے تو یہ مقروض پر ظلم ہو گا۔

اس کا نام ربٰو ہے یعنی اصل زر سے کچھ بھی زائد لینا۔ اس میں کوئی الجھاؤ' کسی قسم کا التباس' کوئی شک و شبہ' کوئی دشواری یا مشکل نہیں ہے۔

یہ جو کہا جاتا ہے کہ سود در سود (سود مرکب) تو حرام ہے لیکن سود مفرد حرام نہیں تو یہ نتیجہ بوجوہ غلط ہے۔ یہ نتیجہ درج ذیل آیت سے اخذ کیا جاتا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوٓا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً (3:129)-

اس کا مفہوم کچھ اس طرح لیا جاتا ہے کہ

اے ایمان والو! یہ دو چند سہ چند ہونے والا ربٰو کھانا چھوڑ دو۔

امام راغب نے کہا ہے کہ اس آیت میں مضاعفۃ دراصل ضعف سے ہے جس کے معنی کم کرنے کے ہیں' ضعف سے نہیں جس کے معنی بڑھانے کے ہیں۔ للذا آیت کے معنی یہ ہیں کہ ربٰو' جسے تم سمجھ رہے ہو کہ اپنے روپے کو بڑھانا ہے' بڑھانا نہیں بلکہ درحقیقت (ضعف) کم کرنا ہے۔ ربٰو سے معاشرہ کی دولت کم ہوتی ہے اور سود خوار کی کمانے کی صلاحیتوں اور قوتوں میں کمی واقع ہو جاتی ہے۔ اس سے قومی معیشت بہت گھٹ جاتی ہے۔ بڑھتی نہیں۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کے لئے کسی دلیل اور شہادت کی ضرورت نہیں۔ ربٰو سے افراد کی کمانے کی صلاحیتیں مفلوج ہو جاتی ہیں اور قومی دولت میں کمی آجاتی ہے۔

لیکن اگر اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً کے معنی "دو چند۔ سہ چند" بھی لئے جائیں تو بھی اس کا مطلب یہ نہیں ہو گا کہ قرآن کریم صرف مرکب سود (ربٰو) کو حرام قرار دیتا ہے۔ مفرد ربٰو کو جائز ٹھہراتا ہے۔ قرآن کا انداز یہ ہے کہ وہ ممنوع چیزوں کی شدید ترین شکل کو سامنے لا کر ان سے باز رہنے کا حکم دیتا ہے۔ اس سے اس کا مقصد ان چیزوں کی ہر شکل سے اجتناب ہوتا ہے۔ مثلاً سورۂ حج میں ہے کہ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ (22:30)- "تم بتوں کی گندگی سے بچو"۔ اس کا

یہ مطلب نہیں کہ تم صرف بتوں کی گندگی سے بچو۔ باقی ہر قسم کی گندگی سے بے شک ملوث ہوتے رہو۔ یا سورۂ بقرہ میں ہے۔ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِى الْحَجِّ (2:197)۔ حج میں، فحش کلامی۔ گناہ کے کام۔ اور لڑائی جھگڑا مت کرو۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ ان باتوں سے صرف حج کے ایام میں باز رہو۔ سال کے باقی حصوں میں یا دوسرے مقامات پر یہ سب کچھ کرتے رہو۔ ظاہر ہے کہ بے حیائی اور گناہ کی باتیں بہرحال ناجائز ہیں۔ ان کی کسی حالت اور کسی وقت میں بھی اجازت نہیں۔ قرآن نے حج کا ذکر خاص طور پر اس لئے کیا کہ ایسے اجتماع میں ان امور شنعیہ سے اجتناب اشد ضروری ہے یا اس لئے کہ اس زمانے میں لوگ حج کے اجتماع میں بھی ان باتوں سے باز نہیں آتے ہونگے۔ دونوں صورتوں میں مفہوم یہ ہے کہ یہ باتیں ہر حال میں معیوب اور ناپسندیدہ ہیں۔ لیکن ان اجتماعات میں ان سے اجتناب اور بھی ضروری ہو جاتا ہے۔ یہی صورت اضعافا" مضعفة کی ہے۔ یعنی ربٰو تو ہر شکل میں ناجائز ہے۔ لیکن جب وہ مرکب سود کی شکل اختیار کر جائے تو وہ اور بھی زیادہ شدید طور پر خطرناک ہو جاتا ہے۔ ممانعت صرف سود مرکب کی ہوتی تو سورۂ بقرہ کی جس آیت میں کہا گیا ہے کہ اگر تم توبہ کرو تو تمہارے لئے صرف اصل زر واپس لینا جائز ہے۔ وہاں یہ کہنا چاہئے تھا کہ تم اصل زر کے ساتھ اتنا اور لے سکتے ہو۔ جتنا سود مفرد کے حساب سے بنتا ہے۔ اس سے مقروض پر ظلم نہیں ہو گا لیکن قرآن نے ایسا نہیں کہا۔ اس نے صرف اصل زر واپس لینے کی اجازت دی ہے۔ اس پر ایک پائی بھی زیادہ لی جائے گی تو وہ ظلم ہو گا۔ اسی طرح اس سے پہلی آیت میں جو اس نے کہا ہے کہ وَذَرُوْا مَا بَقِیَ مِنَ الرِّبٰوٓا (2:278)۔ "جو ربٰو تم نے ابھی تک وصول نہیں کیا اسے چھوڑ دو۔" اس سے واضح ہے کہ اس کے نزدیک مطلق ربٰو حرام ہے۔

قرآن کی رو سے ربٰو کے معنی ہوئے، اصل زر سے کچھ زیادہ لینا۔ ہمارے ہاں عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ اس تبدیلی کا تعلق صرف قرض کے معاملات سے ہے۔ یہ صحیح نہیں۔ یہ ایک جامع اصول ہے اور قرآنی نظام معیشت کی پوری عمارت اسی بنیاد پر اٹھتی ہے۔ اصل سوال یہ ہے کہ کیا معاوضہ محنت (Labour) کا ہے یا سرمایہ (Capital) کا بھی۔ قرآن کا فیصلہ یہ ہے کہ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى (53:39)۔ انسان صرف اپنی محنت کے معاوضہ کا حقدار ہے۔ سرمایہ کوئی ایسی چیز نہیں جس کا معاوضہ طلب کیا جائے۔ لہٰذا لین دین کے جس معاملہ میں محنت کے بغیر محض سرمایہ کا معاوضہ لیا جائے، خواہ اس کی شکل کوئی بھی کیوں نہ ہو۔ وہ ربٰو ہے۔ قرآن کریم کی رو سے حرام ہے۔ اور خدا اور رسولؐ کے خلاف اعلان جنگ کے مرادف۔ آپ غور کیجئے کہ ایک کاشتکار آپ سے ایک ہزار روپیہ قرض مانگتا ہے تاکہ وہ ایک قطعہ اراضی خرید کر اس میں کاشت کرے اور اس کی آمدنی سے اپنا پیٹ بھی پالے اور آہستہ آہستہ آپ کا قرضہ بھی ادا کر دے۔ آپ اسے ایک ہزار روپیہ قرض نہیں دیتے لیکن اس روپے سے وہ قطعہ اراضی خرید کر اسے بٹائی یا پٹہ پر دے دیتے ہیں۔ وہ اس میں سال بھر محنت کر کے فصل بوتا ہے اور اس میں سے نصف پیداوار آپ لے جاتے ہیں۔ یہ ہر سال ہوتا ہے اور اس کے باوجود آپ کا قرض اس کے ذمہ بدستور باقی رہتا ہے۔ کیا یہ ربٰو نہیں؟

یا ایک دکان دار آپ سے کچھ قرض مانگتا ہے تاکہ وہ اس سے اپنے روزگار میں کچھ اضافہ کر سکے آپ اسے روپیہ دے دیتے ہیں لیکن بطور قرض نہیں بلکہ بطور حصہ دار۔ وہ دن رات کی محنت شاقہ سے کاروبار کرتا ہے لیکن اس کے منافع میں آپ برابر کے شریک ہو جاتے ہیں وہ آپ کو منافع کا حصہ دیئے چلا جاتا ہے لیکن آپ کا اصل زر اس کے ذمہ بدستور باقی رہتا ہے۔۔۔ کیا یہ ربٰو نہیں؟

یا، آپ اس کاروباری آدمی کو براہ راست قرض نہیں دیتے۔ آپ اپنا روپیہ بینک میں جمع کر دیتے ہیں اور بینک والے اس روپے کو بطور قرض، اس کاروباری آدمی کو دیدیتے ہیں۔ وہ اس قرض پر جو سود ادا کرتا ہے اس میں سے ایک متعین حصہ آپ کو ملتا رہتا ہے اور آپ کا اصل زر بینک کے

پاس محفوظ رہتا ہے۔ کیا یہ ربٰو نہیں؟ یہ سب ربٰو ہے اور قرآن کی رو سے ناجائز۔ خواہ اسے سود مفرد کے حساب سے شمار کیا جائے یا سود مرکب کے حساب سے۔

آپ غور کیجئے تو بادنیٰ تعمق یہ حقیقت سمجھ میں آجائے گی کہ جو کچھ ہم دوسروں سے لیتے ہیں اس کی مختلف شکلیں ہو سکتی ہیں۔ مثلاً

(1) عطیہ۔۔ اس میں نہ محنت کرنی پڑتی ہے نہ سرمایہ لگانا پڑتا ہے۔ دینے والا اسے واپس لینے کے خیال کے بغیر "تحفتہ" دیتا ہے۔ للہٰذا اسے لین دین کی مد میں شمار نہیں کیا جا سکتا۔ یہی صورت اس "صدقہ" کی ہے جسے کسی ضرورت مند کی مدد کے لئے دیا جاتا ہے۔ قرآن کی رو سے وہ ضرورت مند اس امداد کو معاشرہ سے بطور اپنے حق کے طلب کر سکتا ہے۔ اس لئے اس میں بھی لین دین کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔

(2) اجرت۔۔ یہ محنت کا معاوضہ ہوتا ہے اس میں سرمایہ کچھ نہیں لگایا جاتا۔

(3) ربٰو۔۔ اس میں دوسرے کو سرمایہ دیا جاتا ہے اور اس سرمایہ پر اصل سے زائد وصول کیا جاتا ہے سرمایہ دینے والا محنت نہیں کرتا۔ بلکہ دوسرے کی محنت کا ایک حصہ وصول کر لیتا ہے۔

(4) منافع (تجارت میں)۔۔ اس میں سرمایہ بھی لگایا جاتا ہے اور محنت بھی کی جاتی ہے۔

(5) قمار (جواء)۔۔ اس میں نہ سرمایہ لگایا جاتا ہے نہ محنت کی جاتی ہے۔

(شق اول کو چھوڑ کر) آپ باقی شکلوں کو دیکھئے۔ جہاں معاوضہ محنت کا نہیں' اسے قرآن جائز قرار نہیں دیتا۔ اس کا اصول یہ ہے کہ معاوضہ محنت کا ہے۔ چونکہ یہ اصول لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل تھا اس لئے ان کی سمجھ میں یہ بات نہیں آتی تھی کہ بیع کے منافع اور ربٰو میں فرق کیا ہے؟ ایک شخص سو روپے کی چیز خرید کر ایک سو دس روپے میں بیچتا ہے اسے دس روپے اصل زر سے زائد وصول ہو جاتے ہیں۔ دوسرا شخص کسی کو سو روپیہ قرض دے کر اس سے ایک سو دس روپے وصول کرتا ہے اس سے اسے بھی دس روپے اصل زر سے زیادہ ملتے ہیں۔ وہ کہتے تھے کہ جب یہ دونوں' اصل زر پر زائد ہیں تو ان میں فرق کیا ہے؟ **ذَالِکَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا** (2:275)- وہ بیع اور ربٰو کو ایک جیسا سمجھتے تھے۔ لیکن قرآن کریم نے کہا کہ یہ ان کی بھول ہے۔ یہ دونوں ایک نوعیت کا معاملہ نہیں۔ بیع میں سرمایہ اور محنت دونوں صرف ہوتے ہیں۔ سرمایہ کے بدلے میں سرمایہ واپس آجاتا ہے۔ اور دکاندار کو اس کی محنت کا معاوضہ' سرمایہ کے علاوہ ملتا ہے۔ یہ حلال ہے کیونکہ یہ اس کی محنت کا معاوضہ ہے۔ لیکن ربٰو میں صرف سرمایہ لگتا ہے۔ محنت کچھ صرف نہیں ہوتی۔ للہٰذا اس میں جو کچھ زائد ملتا ہے وہ سرمایہ کا معاوضہ ہے۔ جو حرام ہے۔ اس لئے کہ قرآن کریم کی رو سے اصول یہ ہے کہ

(1) محنت کا معاوضہ لینا حلال ہے اور

(2) سرمایہ پر زائد لینا حرام

اگر تجارت میں بھی کوئی شخص' اپنی محنت سے زائد منافع لیتا ہے تو وہ ربٰو ہے۔ کیونکہ یہ سرمایہ کا معاوضہ ہو گا۔ محنت کا نہیں۔ اس بات کا تعین معاشرہ کرے گا کہ اس شخص کی محنت کا معاوضہ کیا ہونا چاہئے۔ وہ اس معاوضہ سے زیادہ منافع نہیں لے سکتا۔ عام طور پر کہا جاتا ہے کہ بیع (تجارت) میں انسان (Risk) لیتا ہے۔ یعنی اس میں نفع اور نقصان دونوں کا احتمال ہوتا ہے۔ اور ربٰو میں (Risk) نہیں ہوتا۔ لیکن حلت اور حرمت کے لئے یہ معیار تفریق صحیح نہیں۔ اگر کسی آمدنی کو حلال قرار دینے کی شرط (Risk) ہی ہو تو جواء عین حلال ہونا چاہئے۔ کیونکہ اس میں تو ہر داؤ میں (Risk) ہوتا ہے۔ بیع اور ربٰو میں فرق وہی ہے جسے اوپر بیان کیا گیا ہے۔ بیع میں راس المال+محنت کا معاوضہ واپس ملتا ہے اور ربٰو میں راس المال+راس المال کا معاوضہ ملتا ہے۔ محنت کا معاوضہ حلال ہے۔ راس المال کا معاوضہ حرام۔

آپ نے غور فرمایا کہ قرآن کریم کی رو سے ربٰو کا مسئلہ کس قدر آسانی سے سمجھ میں آجاتا ہے۔ اس میں جو دشواریاں آج کل پیش آرہی ہیں' ان کی وجہ یہ ہے کہ

(1) ربٰو کی بہت سی شکلیں ایسی ہیں جنہیں قرآن کریم حرام قرار دیتا ہے لیکن (بدقسمتی سے) ہماری مروجہ شریعت اسے حلال قرار دیتی ہے۔ (مثلاً زمین کی بٹائی یا مضاربت۔ یعنی کاروبار میں ایسی شراکت جس میں ایک پارٹی محض سرمایہ پر منافع وصول کرتی ہے یا تجارت میں جس قدر بھی منافع لیا جا سکے وغیرہ) ہمارے ارباب شریعت اسے برداشت ہی نہیں کر سکتے کہ وہ اپنی غلطی کو تسلیم کر لیں۔ اس لئے وہ ربٰو کی تعریف ایسی کریں گے جس کی رو سے یہ شکلیں ربٰو کی شق میں نہ آسکیں۔

(2) سرمایہ دار طبقہ' بلا محنت روپیہ حاصل کرنے کا اس قدر خوگر ہو چکا ہے کہ محنت کے تصور سے انہیں پسینہ آجاتا ہے۔ اس لئے وہ ربٰو کے قرآنی تصور کی طرف آنا ہی نہیں چاہتے۔

(3) اور سب سے بڑی دشواری یہ ہے کہ ہمارا موجودہ معاشی نظام غیر قرآنی ہے۔ بجائے اس کے کہ ہم اس نظام کو قرآنی نظام سے بدلیں' چاہتے یہ ہیں کہ اس میں پیوند لگا کر اپنے آپ کو دھوکا دے لیں کہ یہ قرآنی ہو گیا ہے۔ لیکن وہ پیوند' اصل کے ساتھ فٹ نہیں بیٹھتا۔ اس لئے ہم کوشش یہ کرتے ہیں کہ اس میں کچھ کتر بیونت کر کے اسے کسی نہ کسی طرح اصل کے ساتھ چپکا دیا جائے۔ لیکن یہ کوشش کبھی کامیاب نہیں ہو سکتی۔ قرآنی نظام ایک غیر منقسم وحدت ہے۔ اس میں غیر قرآنی پیوند کبھی فٹ بیٹھ ہی نہیں سکتا۔ قرآن کے معاشی نظام کی رو سے:

(ا) زمین ذریعہ رزق ہے جسے اللہ تعالیٰ نے (ہوا' پانی' روشنی کی طرح) نوع انسان کی پرورش کے لئے بلا مزد و معاوضہ عطا کیا ہے۔ اس پر ذاتی ملکیت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ یہ امت کی تحویل میں رہے گی۔ تا کہ وہ اس سے تمام افراد کو رزق پہنچانے کا انتظام کرے۔۔۔ زمین سے مراد ہے ہر وہ چیز جو زمین سے برآمد ہو۔ اس میں اناج اور مصنوعات کے لئے خام مسالہ سب آجاتے ہیں۔

(ب) اس نظام میں کسی کے پاس ضرورت سے زیادہ دولت (Surplus Money) رہ نہیں سکتی۔ اس لئے افراد کے لئے جائدادیں کھڑی کرنے یا ویسے ہی روپیہ (Invest) کرنے کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔

(ج) اس میں تمام افراد مملکت کی بنیادی ضروریات زندگی مہیا کرنے کی ذمہ داری نظام پر عائد ہوتی ہے۔ اس لئے کسی کو اپنی ضروریات پوری کرنے کے لئے کسی کا دست نگر نہیں ہونا پڑتا۔ لہٰذا اس میں سودی لین دین کاسوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

(د) حتیٰ کہ اس میں انفرادی تجارت کا بھی سوال نہیں پیدا ہوتا۔ اس میں دکاندار اشیائے ضروریات تقسیم کرنے کی ایجنسی ہو گا۔ اسے نفع اندوزی کا ذریعہ نہیں بنایا جائے گا۔ اس کی محنت کا معاوضہ نظام کی طرف سے ملے گا۔ آپ نے غور فرمایا کہ اس نظام میں ربٰو کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ حقیقت یہ ہے کہ ربٰو سود کا نام نہیں۔ یہ ترجمان ہے اس معاشی نظام کا جو قرآن کے معاشی نظام کی یکسر ضد ہے۔۔۔۔ قرآنی نظام میں ہر فرد زیادہ سے زیادہ محنت کر کے' کم از کم اپنے پاس رکھ کر زیادہ سے زیادہ دوسروں کو دیتا ہے۔ غیر قرآنی نظام میں' ہر فرد کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ محنت دوسرے کریں اور اسے بلا محنت زیادہ سے زیادہ ملتا جائے۔ یہ دونوں نظام اس قدر ایک دوسرے کی ضد ہیں کہ قرآن نے اس نظام کو "خدا اور رسول کے خلاف اعلان جنگ" قرار دیا ہے۔ یہ نظام فی الواقعہ قرآنی نظام سے بغاوت ہے۔ اب اس کے بعد آپ سوچئے کہ کیا یہ کسی طرح ممکن ہے کہ ہمارا نظام تو غیر قرآنی رہے اور ہم اس کے اندر رہتے ہوئے ربٰو کے مسئلہ کا کوئی اطمینان بخش حل تلاش کر لیں۔ اس قسم کی کوشش ہم نے اس سے پہلے اپنے جاگیرداری اور زمینداری دور (عہد عباسیہ) میں کی تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہم نے زمین کی بٹائی' مضاربت' تجارت میں غیر محدود منافع وغیرہ کو جائز قرار دے کر اپنے آپ کو فریب دے لیا۔ جو کوشش اب ہو رہی ہے اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ ہم بینکوں کے سود یا صنعتی اداروں کے حصوں پر منافع وغیرہ کو جائز قرار دے کر اپنے آپ کو فریب در فریب میں مبتلا کر لیں گے۔ بینکوں کے سود وغیرہ کے سلسلے میں اس وقت جو مخالفت قدامت پرست طبقہ کی طرف سے ہو رہی ہے اس کی وجہ یہ نہیں کہ

یہ حضرات اسے اسلامی نظام معیشت کے خلاف پاتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بینکوں کے سود کا مسئلہ اس وقت موجود نہیں تھا جب ہماری فقہ مرتب ہوئی ہے۔ اسے اب "جائز" کی فہرست میں داخل کرنا ان کے نزدیک "بدعت" ہے۔ اگر یہ شکل اس وقت موجود ہوتی تو جس طرح زمین کی بٹائی اور مضاربت وغیرہ جائز قرار دے دی گئی تھیں' ممکن ہے یہ بھی اسی فہرست میں شامل ہو جاتا۔ بینک کا سود تو بٹائی وغیرہ کے مقابلے میں استحصال (Exploitation) کی بہت نرم شکل ہے۔

جو کچھ اوپر کہا گیا ہے اس کی روشنی میں ہمارے نزدیک ہمارے معاشی مسائل کے حل کا طریق یہ نہیں کہ کبھی ملکیت زمین کے سوال کو زیر بحث لے آئے اور کبھی بینک کاری پر گفتگو کرنے لگ گئے اس کے لئے کرنے کا کام یہ ہے کہ سب سے پہلے

یہ متعین کیا جائے کہ اسلام کا معاشی نظام ہے کیا؟

یہ کام ہمارے قدامت پرست طبقہ کے بس کا نہیں۔ اس لئے کہ

(1) ان کے نزدیک وہ معاشی نظام جو عباسی ملوکیت کے زمانے میں مرتب ہوا تھا عین اسلامی نظام ہے۔

(2) ان کی ذہنیت یہ قرار پا چکی ہے کہ جو بات اسلام کے نام سے متعارف ہو کر چلی آرہی ہے اس پر نظر ثانی نہیں کی جا سکتی۔ اور سب سے بڑی بات یہ کہ

(3) ان کے نزدیک قرآن کریم' دین میں واحد اور آخری سند نہیں۔

یہ کام ان لوگوں کے کرنے کا ہے جو قرآن کریم کو آخری سند اور حجت تسلیم کریں اور عصر حاضر کے اقتصادی تقاضوں پر ان کی نگاہ ہو۔

جب اس طرح' پہلے یہ متعین ہو جائے کہ اسلام کا معاشی نظام کیا ہے تو اس کے بعد یہ دیکھا جائے کہ ہم اپنے موجودہ نظام سے' اسلامی نظام تک کس طرح تدریجاً" پہنچ سکتے ہیں۔ یعنی پہلے منزل کا تعین کر لیا جائے اور اس کے بعد اس تک بتدریج پہنچنے کے طرق و وسائل پر غور کر کے' چلنا شروع کر دیا جائے۔ اس کے لئے ضروری ہو گا کہ اسلامی نظام۔ اس کی حکمت بالغہ۔ اس کی انفرادیت اور اس کے بے مثل و بے نظیر ہونے کے دعوے کی صداقت کو تعلیم کے ذریعہ آنے والی نسلوں کے دل و دماغ میں اس طرح جاگزیں کیا جائے کہ اس کا مطالبہ ان کے دل کی گہرائیوں سے ابھرے اور وہ اس کے مطابق زندگی بسر کرنے کے لئے اس طرح مضطرب و بیتاب ہوں جس طرح مچھلی پانی میں جانے کے لئے بے قرار ہوتی ہے۔

اگر ایسا نہ کیا گیا اور ہم ان مسائل کو فردا" فردا" لے کر انہیں اسی طرح بحث و نظر کا موضوع بناتے رہے جس طرح اب تک بناتے چلے آرہے ہیں۔ تو اس کا نتیجہ اس کے سوا کچھ نہیں ہو گا کہ ہم اپنے وقت اور توانائیوں کو ضائع کرتے رہیں۔ ان لوگوں کی طرح جن کے متعلق کہا گیا ہے کہ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا ۝ وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا ۝ (18:105-104)- اور اصل مسئلہ جوں کا توں رہے۔ بینک کے سود کے مسئلہ ہی کو لیجئے۔ اگر آپ اس سود کو جائز قرار دیتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ "بے محنت کی کمائی" کی اس فہرست میں ایک اور شق کا اضافہ کر دیتے ہیں جو قرآنی اصول معیشت کے علی الرغم ہمارے ہاں پہلے سے رائج چلی آرہی ہے۔ مثلاً زمین کی پیداوار کی بٹائی مضاربت وغیرہ۔۔ اور اگر آپ بٹائی۔ مضاربت وغیرہ کو جائز رکھ کر بینک کے سود کو ناجائز قرار دیتے ہیں تو آپ کا بینکنگ سسٹم ختم ہو جاتا ہے۔ کیونکہ سرمایہ دار طبقہ اپنا روپیہ بینک کے کاروبار میں لگائے گا ہی نہیں۔ لیکن اگر آپ قرآن کا معاشی نظام اختیار کر لیتے ہیں تو اس میں اس قسم کی کوئی مشکل پیش ہی نہیں آئے گی۔ اس وقت افراد کے پاس فالتو دولت (Surplus Money) رہے گی ہی نہیں جو اس پر نفع کمانے کا سوال پیدا ہو۔ دولت' ملت کی تحویل میں رہے گی اور وہیں سے تمام ضرورت مندوں کی ضروریات پوری ہوتی رہیں گی۔ ان ضرورت مندوں کی احتیاج سے فائدہ اٹھا کر نفع کمانے کا تصور تک بھی باقی نہیں رہے گا۔ یہ ہے اس مسئلہ کا اصلی حل۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

علامہ غلام احمد پرویز

شخصیت پرستی

اسلام کا نصب العین یہ تھا کہ وہ انسان اور خدا کے درمیان براہ راست تعلق پیدا کر دے' ایسا تعلق کہ عبد و معبود کے درمیان کوئی دوسرا واسطہ نہ رہے' ان کے درمیان کوئی دوسری قوت حائل نہ ہو اور اس طرح انسان' کہ جسے فطرت نے آزاد پیدا کیا تھا' ساری دنیا کی غلامی سے نجات پا کر' صحیح معنوں میں آزادی حاصل کر لے۔ نبیٔ اکرم تشریف لائے اور اپنی عدیم النظیر تعلیم اور فقید المثال عمل سے بتا دیا کہ اس بلند ترین تخیل' اس زریں نصب العین کو کس طرح عمل میں لایا جا سکتا ہے۔ چنانچہ حضورؐ کا مشن ان شاندار الفاظ میں بتایا گیا:

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِيْمُوْٓا اِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ ۗ وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ ۙ (41:6)۔

کہو کہ میں تمہارے ہی جیسا ایک انسان ہوں۔ مجھ پر وحی نازل ہوتی ہے تمہارا الٰہ ایک ہی ہے۔ پس اسی کی طرف سیدھی راہ اختیار کرو اور اس سے مغفرت مانگو اور مشرکین کے لئے بڑی ہی خرابی ہے۔

اور اسی کی تفسیر تھی جو پیکر اسلام جناب عمرؓ نے وادی ضجنان میں گزرتے وقت فرمایا۔ "اللہ اکبر! یہ وہ وادی ہے جس میں ابن خطاب اونٹ چرایا کرتا تھا اور باپ کی سخت گیری برداشت کیا کرتا تھا اور آج اس رب العزت کا اتنا فضل ہے کہ عمرؓ اور اس کے خدا کے درمیان کوئی دوسری طاقت حائل نہیں"۔ اس سے مراد محض سلطنت و حکومت کی طاقت ہی نہ تھی بلکہ ہر وہ طاقت جو انسان کے قلب و دماغ پر مستولی ہو کر اس کے اور اس کے خدا کے درمیان حاجب و دربان بن جاتی ہے۔

لیکن ہر دقیق نظریہ کی طرح یہ نظریہ تھا بڑا لطیف اور ہر حقیقت عظمٰی کی مانند یہ حقیقت تھی بڑی غیر محسوس۔ محسوسات کا خوگر انسان' کہ جس کے سجدہ ہائے جبین نیاز بسیط سے بسیط حقیقت مجردہ کو بھی لباس مجاز میں دیکھنے کے لئے رقصاں و جنباں رہتے ہیں' اس غیر محسوس تعلق سے زیادہ عرصہ تک کیف اندوز نہ ہو سکا اور اس نے وہ تمام پردے ایک ایک کر کے پھر سے گرا لئے جو اسلام سے پیشتر اس کے اور اس کے خدا کے درمیان حائل تھے اور جنہیں نبی عربیؐ نے ایک ایک کر کے اٹھا دیا تھا۔ قرآن کریم نے بڑی شرح وبسط سے ان تمام مقامات کو ایک ایک کر کے گنا دیا تھا جہاں سے یہ پردے قلب و دماغ اور سمع و بصر پر گرا کرتے ہیں۔ للذا جب تک قرآن حمید آنکھوں کے سامنے رہا کسی کی مجال نہ ہوئی کہ ان پردوں کو پھر سامنے لا سکے کہ چراغ کا روشن ہونا ہی اس بات کے لئے کافی ہے کہ اندھیرا وہاں نہ آسکے۔ لیکن جب قرآن مہجور ہو گیا' جب بنی اسرائیل کی طرح اس نور مبین کو پس پشت ڈال دیا گیا' تو وہی کچھ ہوا جو ہوتا چلا آتا تھا کہ فطرت کے قوانین اٹل اور اس کا دستور غیر متبدل ہے۔ **ولن تجد لسنۃ**

اللّٰہ تبدیلا ○ آیئے' ان مختلف پردوں اور ان کے حسین و جمیل نقش و نگار کو ایک نظر دیکھیں جو عقیدت و ارادت کے رنگوں سے مزین اور اطاعت و متابعت کے جواہر سے مرصع ہیں۔ اس لئے کہ جب تک آپ ان نظر فریب پردوں کی اصلیت سے واقف نہ ہو جائیں گے اس حقیقت عظمیٰ تک نہیں پہنچ سکیں گے جو صدیوں سے ان کے اندر لپٹی ہوئی ہے اور بے نقاب ہو کر جنت نگاہ نہیں بن سکی۔

رسول پرستی ! خدا کے بعد ماننے والوں کے نزدیک ہمیشہ رسول کی ہستی اشرف ترین مخلوق ہوتی ہے۔ لہٰذا اگر انسانوں میں سے کسی کو خدا کی جگہ دی جا سکتی ہے تو سب سے پہلے وہ رسول ہی کی ہستی ہو سکتی ہے۔ امم سابقہ کی روش اس باب میں جو کچھ رہی ہے اس پر قرآن تفصیلی روشنی ڈالتا ہے۔ وہ فطرت انسانی کے اس کمزور پہلو سے واقف تھا۔ اسے معلوم تھا کہ کس طرح حضرات انبیاء کرامؑ خدا بنائے گئے یا اس کے بیٹے قرار دیئے گئے۔ الوہیت وابنیت کی مقدس چادر اڑھا کر انہیں مافوق البشر منوایا گیا۔ قرآن کریم اس خطرناک چور دروازہ کو سیسہ پلائی ہوئی دیواروں سے بند کرنا چاہتا تھا۔ آپ کسی صورت کو دیکھئے۔ لفظاً" معناً" مجملاً" تفصیلاً" اس غلط عقیدہ کے ہر گوشہ کی تردید اس میں موجود ہو گی۔ یعنی قرآن کریم میں جس درجہ خدا کی توحید پر مختلف عنوانات سے زور دیا گیا ہے اسی درجہ رسولوں کی بشریت بھی متنوع اعتبارات سے بے نقاب کی گئی ہے۔ انہیں **بشر مثلکم** کہا گیا۔ انہیں خدا کا عبد کہا گیا۔ وہ ہدایت بھی کرتے تھے تو اپنے مالک حقیقی کے حکم سے ہی کرتے تھے۔

وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرٰتِ وَاِقَامَ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءَ الزَّكٰوةِ ۚ وَكَانُوْا لَنَا عٰبِدِيْنَ ○ (21:73)

اور ہم نے ان کو امام و پیشوا بنایا جو لوگوں کو ہمارے حکم سے ہدایت کرتے تھے اور ہم نے ان کو نیکی کرنے' نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ دینے کی وحی کی اور وہ سب ہماری عبودیت اختیار کئے ہوئے تھے۔

وہ خود خدا کے دروازے کے بھکاری ہوتے تھے۔

فَقَالَ رَبِّ اِنِّيْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيْرٌ ○ -(28:24)

اور موسیٰ نے کہا کہ پروردگار آپ جو کچھ بھی بہتری میرے لئے بھیجیں میں اس کا محتاج ہوں۔

انہیں اپنی ذات تک کے لئے نفع و نقصان کا اختیار نہ ہوتا تھا۔

تم کہدو کہ میں اپنی ذات کے لئے بھی کسی نفع یا نقصان کا اختیار نہیں رکھتا' مگر جو اللہ چاہے۔ اگر میں غیب کے امور سے واقف ہوتا میں بہت سے منافع حاصل کر لیا کرتا اور کوئی مضرت مجھ پر واقع نہ ہوتی۔ میں تو صرف ایمان والوں کے لئے نذیر و بشیر ہوں۔ (7:188)

جو وحی ان پر نازل ہوتی تھی وہ خود اس پر ایمان لاتے تھے **وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ○ وَاَنْ اَتْلُوَا الْقُرْاٰنَ** (27:92)- اور اس کی اتباع کرنے پر اسی طرح مامور تھے جس طرح اور ماننے والے۔ **ان اتبع الا ما یوحی الی** ہر چند وہ اطاعت و انقیاد کے اس بلند مقام پر تھے کہ ان سے احکام الٰہیہ سے سرکشی کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ بایں ہمہ ان کی بشریت و عبودیت کو پختہ ترین طریق پر واضح کرنے کے لئے یہاں تک بھی فرما دیا کہ بفرض محال اگر یہ بھی شرک و معصیت کریں تو ان پر بھی اسی طرح عذاب ہو گا جس طرح دوسرے انسانوں پر۔ بلکہ ان پر عام لوگوں سے دگنا عذاب ہو گا۔

اگر (بفرض محال) ہم تمہیں ثابت قدم نہ رکھتے تو تم ان کی طرف کچھ نہ کچھ جھک پڑتے اور اس صورت میں

ہم تمہیں اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی دگنا عذاب دیتے' اور کوئی ہمارے خلاف تمہارا مددگار نہ ہوتا۔ (17:74-75)

کفار اعتراض پر اعتراض کرتے کہ رسول بھی ہمارے ہی جیسے انسان کیوں ہیں۔ لیکن قرآن بار بار اس بات پر زور دیئے جاتا کہ ہاں وہ انسان ہی ہیں اور انہیں انسان ہی ہونا چاہئے تھا۔ وہ عام انسانوں کی طرح کھاتے پیتے تھے اور بازاروں میں چلتے پھرتے تھے۔

اور کہتے ہیں کہ اس رسول کو کیا ہوا ہے کہ یہ کھانا بھی کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا بھی ہے۔ (15:7)

جواب ملتا ہے کہ

ہم نے تم سے پہلے بھی جس قدر رسول بھیجے وہ سب کھانا بھی کھاتے تھے اور بازاروں میں چلتے پھرتے بھی تھے (25:20)

اور پھر عام انسانوں کی طرح' اپنے وقت پر' مدت حیات ختم کر کے اس دنیا کو چھوڑ جاتے تھے :

وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ اَفَائِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخَالِدُوْنَ ○ (21:34)۔

اور ہم نے تم سے پہلے کسی بشر کے لئے ہمیشہ رہنا تجویز نہیں کیا۔ پھر اگر تم وفات پا جاؤ گے تو کیا وہ ہمیشہ رہیں گے۔ (21:24)

البتہ ان کی بصیرت حقائق و معارف کے اس افق اعلیٰ پر ہوتی ہے جہاں عام انسانوں کی نگاہ تک نہیں پہنچ سکتی۔ ان کے مزکی و مقدس نفوس کی بلندیاں کائنات کے اس معراج کمال پر ہوتی ہیں' جہاں عام انسانوں کا شہپر تخیل بھی جلتا ہے۔ ان کے قلب و دماغ کی یہ بلندیاں اپنی نظیر آپ ہوتی ہیں' بایں ہمہ وہ ہوتے انسان ہی ہیں' بشریت کی حدود سے خارج نہیں ہوتے۔ خدا کے عبد ہی ہوتے ہیں' خود معبود نہیں ہوتے اور جیسا کہ شروع کیا گیا ہے آتے اس لئے نہیں کہ انسانوں کو اپنی غلامی اور عبودیت سکھائیں' بلکہ اس لئے کہ اپنی تعلیم و عمل سے انسانوں کو خدا کی ایسی حکومت سکھائیں کہ جس سے تمام دنیا کی غلامی کے طوق و سلاسل اتر جائیں۔

مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتَابَ وَ بِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ ○ (3:78)۔

کسی انسان کو یہ بات زیبا نہیں کہ خدا اسے کتاب و حکمت و نبوت عطا فرمائے اور وہ لوگوں سے کہے کہ خدا کو چھوڑ کر میرے بندے بن جاؤ۔ بلکہ (وہ یہی کہے گا) کہ تم اللہ والے بن جاؤ اس کتاب (کی اتباع) کے ذریعے جسے تم (دوسروں کو) سکھاتے بھی ہو اور (خود) پڑھتے بھی ہو۔

حضورؐ خاتم النبین ہو کر تشریف لائے اور اس مقصد رسالت کو اس انداز سے پورا کیا کہ دین اپنی مکمل شکل میں امت کے پاس آگیا۔

لیکن ذرا غور کیجئے کہ مسلمانوں نے اپنے رسول کے ساتھ کیا کیا۔ کیا وہی نہیں جس سے روکنے کے لئے حضور تشریف لائے تھے۔ یہ "احمد بے میم" (احد) اور یہ عرب بلا عین" (رب)' یہاں تک کہ

وہی جو مستوی عرش ہے خدا ہو کر
اتر پڑا وہ مدینہ میں مصطفیٰ ہو کر

وہ جن کے متعلق خدا کا ارشاد تھا کہ اپنے نفع و نقصان کے بھی مالک نہیں بلکہ خدا کے محتاج ہیں' انہیں تمام دنیا کے نفع و نقصان کا مالک و مختار قرار دیدینا' انہیں (معاذ اللہ) خدا بنا دینا نہیں تو اور کیا ہے؟ خدا کے عبد کو خدا کہنا عجیب توحید ہے۔ جب اعتراض کیا جائے تو کہہ دیتے ہیں کہ صاحب ! یہ صہبائے عشق و محبت کی سرمستیاں ہیں۔ انسان سب کچھ اپنے محبوب ہی کو سمجھتا

ہے۔ عوام کے جذبات عقیدت کو جوش میں لانے کے لئے فی الواقع یہ جواب موثر نظر آتا ہے۔ لیکن سوال صرف اتنا ہے کہ امم سابقہ نے جو اپنے رسولوں کو خدا بنا لیا تھا تو کیا بغض و عناد کی بنا پر بنایا تھا؟ وہاں بھی یہی غلو محبت ہی تو تھا جس نے ان کے محبوب کو وہ کچھ بنا دیا جسے قرآن کریم نے شرک قرار دیا۔ بغض و عناد اور نفرت سے کبھی کسی نے رسولوں کو خدا نہیں بنایا۔ تو کیا پھر یہ دلیل مضحکہ انگیز نہیں کہ جو کچھ پہلی امتوں نے کیا وہ شرک تھا' اور اگر وہی کچھ اسی جذبہ کے ماتحت مسلمان کریں' تو عین توحید؟ ایک ہی بیج اور ایک ہی درخت سے دو مختلف پھل لینا فطرت کا مذاق اڑاتا ہے۔ اس میں کسے کلام ہے کہ حضورؐ کی محبت ایک مسلمان کے لئے متاع حیات ہے' ایسی محبت جو ماں باپ' اولاد' اموال' بلکہ خود اپنی جان کی محبت سے بھی زیادہ ہو اور حقیقت یہ ہے کہ جب تک محبت نہ ہو اتباع کامل ہو نہیں سکتا۔ جس عمل کی محرک آتش عشق ہو اس کا ایک لمحہ سو سال کے ٹھنڈے پانی سے وضو کردہ سرد نمازوں سے زیادہ قیمتی ہوتا ہے کہ یہ صرف سر جھکاتا ہے اور وہ سر کٹاتا ہے' یہ زندہ رہنا چاہتا ہے کہ موت کے بعد کا کھٹکا مٹ جائے اور وہ مرتا ہے کہ زندگی کسی پر سے نچھاور ہو کر ٹھکانے لگے۔ اسے بھی حشر' نشر' حساب' کتاب کے جھگڑے درپیش ہوتے ہیں اور اس کی یہ حالت کہ تمیز ہی نہیں کیا جا سکتا کہ تلوار رگ جاں سے پہلے چھوئی تھی' یا جان باب جنت سے۔

عشق کی اک جست نے طے کر دیا قصہ تمام
اس زمین و آسماں کو بیکراں سمجھا تھا میں
(اقبالؒ)

لیکن صہبائے عشق کی سرمستیوں میں حفظ مدارج و مراتب بھی قرآن ہی نے سکھایا ہے۔ جو پی کر بہک گیا وہ خم خانہ یثرب کا متوالا ہی نہیں۔ کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ جنت کی شراب میں سب کچھ ہے لیکن سکر نہیں ہے؟ لہٰذا' خدا خدا ہے اور رسول رسول اور رسولؐ کا رتبہ یہی ہے کہ

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

اس سے آگے بڑھنا بھی اتنا ہی گناہ ہے جتنا اس سے پیچھے ہٹنا کہ اسلام لانے کیلئے جہاں خدا کے لئے **لا الٰہ الا اللّٰہ** کی شہادت کی ضرورت ہے وہاں محمدؐ کے لئے **عبدہ و رسولہ** کی شہادت کی بھی اور یہی ایمان و محبت کی صحیح تصویر ہے۔ اس تصویر کے صحیح رخ کے لئے دور رسالتؐ اور صحابہ کبارؓ کا طرز عمل دیکھئے۔ حضورؐ کی عمر بھر یہی تعلیم و تلقین رہی کہ اپنے آپ کو عام انسانوں سے بلند حیثیت نہ دیں اور اپنے ماننے والوں کے قلب و دماغ پر خدا بن کر نہ چھا جائیں۔ اس کے لئے حضورؐ نے ان میں حریت فکر و نظر کی ایسی روح پھونکی کہ آج اس مزعومہ جمہوریت کے دور میں بھی اس کی مثال نہیں مل سکتی۔ معاملات میں مشاورت' صحابہؓ کا کئی ایک مواقع پر حضورؐ کی رائے سے اختلاف اور اختلاف کی کامل آزادی' حضورؐ کی رائے کے متعلق یہ تحقیق و استفسار کہ آپ نے وہ رائے یا حکم بہ منصب رسالت دیا ہے یا ذاتی حیثیت سے' یہ سب اس چیز کا آئینہ دار ہے کہ حضورؐ ایک عبد مومن میں کس درجہ انسانیت کی آزادی پیدا کرنا چاہتے تھے اور ایک کا غلام بنا کر کس طرح دنیا بھر کی غلامی سے نجات دلانا چاہتے تھے۔ یہی تھا وہ ماحول جس میں عقل انسانی نے صحیح نشوونما پائی اور جس انسان کو خدا نے اس طرح پیدا کیا تھا کہ وہ حیوان کی طرح سر جھکا کر نہ چلے وہ فی الحقیقت اس قابل ہو گیا کہ دنیا میں سر اٹھا کر چلے۔ اسلام' انسان کو یہی سربلندیاں اور سرفرازیاں بخشنے آیا تھا اور یہی اس دین فطرت کی خصوصیت تھی۔ ہم نے جب یہ خصوصیت کھو دی تو پھر وہیں جا گرے جہاں سے ابھرے

تھے۔ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ○ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سَافِلِیْنَ○ (95:4)- کس قدر صحیح حقیقت ہے۔

پھر' اسے بھی سوچئے کہ "محبت رسول" سے مفہوم کیا ہے؟ یہ مفہوم قرآن نے خود متعین کر دیا ہے۔ جب نبی اکرمؐ خود موجود تھے تو بہ حیثیت مرکز ملت آپ کی اطاعت فرض اولیں تھی اور اطاعت ایسی کہ ایک مستبد اور جابر حاکم کے احکام کی اطاعت نہیں بلکہ دل کے جھکاؤ کی اطاعت۔ اس لئے کہ یہ اطاعت' حضورؐ کی ذات کی اطاعت نہ تھی۔ احکام خداوندی کی اطاعت تھی' جن پر آپ خود بھی عمل کرتے تھے اور امت سے بھی عمل کراتے تھے اور احکام خداوندی کی اطاعت' انسان کی اپنی فطرت صحیحہ کے تقاضوں کی تسکین ہے۔ لہٰذا اس میں جبر کا شائبہ تک نہیں ہو سکتا۔ جس اطاعت میں دل کی خوشی شامل ہو' اس کو محبت کہتے ہیں۔ آج رسولؐ اللہ سے محبت کا مفہوم ہو گا قرآنی نظام کی اطاعت اور ایسی اطاعت جو بہ طیب خاطر کی جائے۔

یہ ہے محبت کا صحیح مفہوم۔ نہ یہ کہ حضورؐ کے سروقامت اور گیسوئے خمدار کی تعریف و توصیف میں نعتیہ غزلیں گائی جائیں یا رسول' کو اٹھا کر خود خدا کی مسند پر بٹھا دیا جائے۔ اول الذکر وہ "شاعری" ہے جس سے قرآن نے منع کیا ہے اور ثانی الذکر وہ شرک جس کا تصور بھی ایک توحید پرست نہیں کر سکتا!

ائمہ پرستی: رسولوں کے بعد عوام کی عقیدت کے مرکز مذہبی پیشوا اور دین کے ائمہ ہوتے ہیں۔ قرآن کریم نے امم سابقہ کے کوائف و حالات سے ہمیں بتا دیا کہ رسولوں کے بعد یہی لوگ ہیں جن کو خدا کا درجہ دیا جاتا ہے۔ چنانچہ فرمایا:

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ (9:31)

ان لوگوں نے خدا سے ورے ہی اپنے مذہبی علماء و پیشوایان دین کو خدا بنا لیا۔

اس کے متعلق جب نبی اکرمؐ سے عرض کیا گیا کہ حضورؐ! یہود و نصاریٰ کبھی اپنے احبار و رہبان کو سجدے تو نہیں کیا کرتے تھے تو حضورؐ نے فرمایا کہ کیا یہ لوگ اس چیز کو حلال نہیں سمجھتے تھے جسے وہ حلال بتا دیں اور اسے حرام سمجھتے تھے جسے وہ حرام کہہ دیں؟ یہی " اربابا من دون اللہ" بنانا ہے یعنی جو منصب و حیثیت خدا کے لئے ہے وہ ان لوگوں کو دیدیں۔ یہی ان کی پرستش ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ائمہ مذہب کی پرستش یہ ہے کہ

(1) ان کے فیصلوں کو خدا کے فیصلوں کی جگہ دیدی جائے اور

(2) ان کے ارشادات کو تنقید سے بالاتر سمجھا جائے۔

امم سابقہ نے یہ کچھ اس لئے کیا تھا کہ ان کی آسمانی کتابوں کے اجارہ دار و محافظ ان کے مذہبی راہنما تھے اور لوگ رشد و ہدایت کے لئے ان کے محتاج تھے۔ چاہئے یہ تھا کہ لوگ ان کے فیصلوں کے لئے کتاب کی سند مانگتے۔ لیکن انہوں نے ایسا نہ کیا۔ بلکہ جو کچھ ان کے اراکین مذہب نے کہہ دیا اسے فرمودہ الٰہی سمجھ لیا۔ ظاہر ہے کہ عوام ان کے فیصلوں کو اسی لئے خدا کا فیصلہ سمجھتے تھے کہ ان کے نزدیک وہ فیصلے خدا کے احکام کے مطابق ہوتے تھے' یعنی وہ ایسا باور کر لیتے تھے۔ رفتہ رفتہ حالت یہ ہو گئی کہ لوگ خدا کے فیصلوں سے بے نیاز ہو گئے اور ان ہی احبار و رہبان کو خدا کا قائم مقام سمجھ لیا۔ اب ان کا ہر حکم وحی منزل کی طرح واجب التسلیم اور ان کا ہر فیصلہ آیت الٰہی کی طرح بالا از تنقید قرار دیا گیا۔ اسی کو قرآن کریم نے شرک قرار دیا ہے۔

قرآن کریم نے فرمایا :
قُلْ اِنَّ الْهُدٰى هُدَى اللّٰهِ(3:73)-
ہدایت وہی ہے جو اللہ کی ہدایت ہے۔
لہٰذا قرآن ہی کی اتباع واجب ہوئی۔ پھر:

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو واضح، مفصل اور نصیحت حاصل کرنے کے لئے آسان بنا دیا کہ اس کے سمجھنے کے لئے "برہمنوں" کی کوئی خاص جماعت ہی مختص نہ ہو جائے۔

قرآن کریم کی حفاظت کی ذمہ داری بھی خود اللہ نے لے لی کہ قیامت تک اس میں نہ رد و بدل ہو سکے نہ ترمیم و تنسیخ۔

ان بدیہات سے ظاہر ہے کہ دین کا تقاضا ہے کہ ہر زمانہ کے مسلمان قرآن کریم کی روشنی کے ماتحت عقل صحیح سے کام لے کر صراط مستقیم پر چلتے جائیں، خود بخود منزل مقصود تک پہنچ جائیں گے۔ ان کو راستہ میں اندھوں کی طرح لاٹھی کی ضرورت ہی نہیں، کہ روشنی بھی موجود ہے اور بینائی بھی۔ لیکن غور سے دیکھئے کیا ہم واقعی اس روش پر چل رہے ہیں؟ عوام کو تو چھوڑ دیجئے کہ اول تو وہ قرآن کریم کا مصرف بیش ازیں نہیں جانتے کہ یہ قسم اٹھانے کے کام آتا ہے اور اگر ان میں سے بعض قرآن پڑھتے بھی ہیں کہ **لَا يَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ اِلَّآ اَمَانِيَّ**۔ (2:78)- وہ صرف الفاظ کی تلاوت کرتے ہیں۔ خواص کہ جو مذہب کے واحد اجارہ دار بنے بیٹھے ہیں ان کی یہ حالت ہے کہ کسی معاملہ کے متعلق دینی فیصلہ پوچھئے یہی کہیں گے کہ فلاں امام نے اس کے متعلق یہ فرمایا ہے، فلاں علامہ کی یہ رائے ہے۔ نسفی میں ایسا لکھا ہے، شارح دقایہ کا یہ خیال ہے۔ غرضیکہ ان کی سند کسی نہ کسی انسان تک جا کر رہ جائے گی اس سے آگے نہیں بڑھ سکے گی۔ **ذالک مبلغھم من العلم** کہیں خدا کا نام نہیں، کسی جگہ قرآن کا ذکر نہیں اور اعتراض کیجئے تو جھٹ کہہ دیں گے کہ میاں ! ان حضرات (علیہم الرحمتہ) نے بھی تو قرآن پڑھ کر ہی ایسا لکھا ہے۔ ان سے بڑھ کر اور کون قرآن کو سمجھ سکے گا؟ غور فرمایئے ! اس جواب میں اور اس میں جو یہود و نصاریٰ اپنے احبار و رہبان کے متعلق دیتے تھے کیا فرق رہ جاتا ہے۔ کیا انہوں نے ان کو **اربابا" من دون اللّٰہ** ایسا ہی کچھ سمجھ کر نہیں بنایا تھا؟

معاملہ یوں ہوا کہ جب اسلامی سلطنت قائم ہوئی تو سلطنت کو لامحالہ تدوین قانون کی ضرورت لاحق ہوئی۔ اسلام میں چونکہ دین و دنیا الگ الگ نہیں اس لئے یہ قانون بھی مذہب ہی کی روشنی میں مرتب ہونا تھا۔ دین کی سمجھ رکھنے والے حضرات جمع ہوئے اور وقت کی ضروریات کو سامنے رکھ کر قانون کے ضابطے مرتب کئے۔ یہ ضابطے سرکاری توثیق سے مستند کر کے عدالتوں میں بھجوا دیئے گئے کہ مقدمات کے فیصلے ان ہی کے مطابق ہوا کریں۔ ظاہر ہے کہ جب کسی آئینی حکومت کے ضوابط و قانون مرتب ہو کر نافذ العمل ہو جائیں تو پھر سوائے حکومت کے اور کسی کو اجازت نہیں ہوتی کہ وہ قانون مرتب کر سکے یا ان میں ترمیم و تنسیخ کر سکے۔ بعینہ جس طرح سرکاری ٹکسال کے بعد کسی کو سکہ رائج الوقت بنانے کی اجازت نہیں ہوتی۔ یہ تھی فقہ کی ابتدا اور یوں دوسروں کو ایک ہی فقہ کے مطابق فیصلے کرنے پر مکلف اور اس میں کمی بیشی یا رد و بدل کرنے سے منع کیا گیا تھا۔ لیکن اس سے ظاہر ہے کہ

(1) نہ تو حضرات فقہا قیامت تک کا علم رکھتے تھے کہ ہر زمانہ کی ضرورتوں کے مطابق ایک ہی وقت میں مکمل قانون وضع کر دیں۔

(2) نہ وہ (نعوذ باللہ) خدا ہونے کا دعویٰ کرتے تھے کہ وہ استنباط مسائل میں اپنے نتائج کو تنقید سے بالا تر قرار دیدیں۔

زمانہ کی ضرورتوں کے لحاظ سے ان قوانین میں تبدیلی کا ہونا بھی ضروری تھا اور اس قانون پر کسی معیار اعلیٰ (قرآن کریم) کی روشنی میں تنقید بھی کی جا سکتی تھی۔ لیکن سلطنت نے جس بناء پر دوسروں کو قوانین میں رد و بدل کرنے (بالفاظ دیگر مزید اجتہاد) سے روکا تھا وہ علت تو نظروں سے اوجھل ہو گئی اور بعد میں آنے والوں نے سمجھ لیا کہ بس اب تدبر و تفکر کا دروازہ باب نبوت کی طرح بند ہو گیا۔ قرآن جتنا سمجھا جانا تھا سمجھا جا چکا۔ اس سے جو کچھ حاصل کیا جا سکتا تھا حاصل کر لیا گیا۔ اب اس کا وجود تبرکاً" دنیا میں رہے تو رہے عملی حیثیت سے امت اس سے بے نیاز ہو چکی۔ اب اس کے پڑھنے سے ثواب تو ضرور ملتا ہے لیکن اس کا سمجھنا دین پر اضافہ کرنا ہے۔ نتیجہ اس کا ظاہر ہے کہ رفتہ رفتہ قرآن حکیم جیسی زندہ اور زندگی بخش کتاب منتروں کا مجموعہ بن کے رہ گئی۔ جس سے جھاڑ پھونک اور گنڈہ تعویذ کا کام لیا جا سکے یا زیادہ سے زیادہ اس کی ادبی اور لسانی لطافتوں پر بحث کر کے اسے الفاظ کا گورکھ دھندا سمجھ لیا جائے۔ کیا یہی تھی وہ غرض جس کے لئے قرآن کریم کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے لی تھی؟

تدوین فقہ کا تعلق معاملات کی دنیا تک ہی تھا۔ اگر جب اجتہاد بند ہونا ہی تھا تو وہ اسی حصہ تک بند ہوتا۔ لیکن آہستہ آہستہ دین کے قصر مشید کا ہر ایک دروازہ اور کھڑکی بند کر دی گئی۔ حقائق و معارف پر بھی اسی تقلید کے بادل چھا گئے۔ حتیٰ کہ نوبت بایں جار رسید کہ دین سے قطع نظر دیگر علوم و فنون میں بھی جو کچھ سلف نے لکھ دیا قول فیصل اور حرف آخر سمجھ لیا گیا۔ اب زمانہ کچھ کہے' آپ کی بصیرت کا تقاضا کچھ ہو' آپ نہ اس کے خلاف کچھ کہہ سکتے ہیں جو کہا جا چکا ہے' نہ اس سے زیادہ کچھ سمجھ سکتے ہیں جو سمجھا جا چکا ہے۔ آپ کے سر میں نہ دماغ اپنا ہو سکتا ہے نہ سینے میں آپ کا دل اپنا۔ نہ دیکھنے کے لئے آپ کی آنکھیں نہ سننے کے لئے کان۔ اُولٰٓئِکَ کَالْاَنْعَامِ بَلْ ھُمْ اَضَلُّ (7:179)- دنیا کہیں سے کہیں چلی گئی لیکن امت مسلمہ کی سطح فہم و ادراک جو ہزار سال پہلے تھی وہی آج ہے۔

وہ تری گلی کی قیامتیں کہ لحد کے مردے اکھڑ گئے!
یہ مری جبین نیاز ہے کہ جہاں دھری تھی دھری رہی

غور تو کیجئے' کیا یہ سلف کی پرستش نہیں! یہ ان کو احبار و رہبان کی طرح خدا کا درجہ دینا نہیں!! کیا ان کی نگاہ کو قیامت تک آنے والے واقعات کا مبصر اور تمام حالات و کیفیات کا واقف سمجھنا اور ان کے فیصلوں کو تنقید سے بالاتر قرار دینا' انہیں خدائی صفات کا حامل سمجھنا نہیں!! اللہ تعالیٰ نے اللہ والے (ربانیین) بننے کے لئے قرآن کریم کو ہی معیار قرار دیا تھا (3:79) اس نے تو قرآن کریم کو نازل فرما کر اس کی تبیین و تفصیل بھی اپنے ذمہ لے لی تھی کہ لوگ اس باب میں بھی دوسروں کے محتاج ہو کر ان کی عبودیت اختیار نہ کر لیں۔

الٓرٰ کِتٰبٌ اُحْکِمَتْ اٰیٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَکِیْمٍ خَبِیْرٍ ۙ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ؕ اِنَّنِیْ لَکُمْ مِّنْهُ نَذِیْرٌ وَّ بَشِیْرٌ (11:1-2)

ایسی کتاب کہ جس کی آیات محکم بنائی گئی ہیں پھر (اس کے ساتھ) صاف صاف بھی بیان کی گئی ہیں خدائے حکیم و خبیر کی طرف سے تاکہ تم اللہ کے سوا کسی اور کی عبدیت اختیار نہ کرو۔ (اور) میں تم کو اس کی طرف سے آگاہ کرنے اور بشارت دینے کے لئے آیا ہوں۔

پھر یہ بھی دیکھئے کہ اللہ تعالیٰ اس دین کی غرض کیا بتاتا ہے جو نبی اکرمؐ کے واسطہ سے دنیا تک پہنچا۔ سورہ جاثیہ کے دوسرے رکوع میں سلسلہ کلام یوں شروع ہوتا ہے کہ اللہ نے بنی اسرائیل کو کتاب و حکمت و نبوت

عطا فرمائی' ان کو دیگر اقوام عالم پر فضیلت عطا کی اور انہیں دین کی بینات دی گئیں۔ لیکن انہوں نے علم آجانے کے بعد باہمی ضد اور ہٹ سے باہمی اختلافات پیدا کر لئے۔ ان کے اختلافات کا تو قیامت میں فیصلہ کر دیا جائے گا لیکن دنیا کو تو ضرورت تھی کہ خدا کا وہ دین جو اختلافات کی نذر ہو کر مسخ ہو چکا تھا پھر سے دنیا کو مل جائے۔ اس کے لئے

ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰى شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ (45:18)-

پھر ہم نے تمہیں (اے رسول) دین کی ایک شریعت پر مبعوث کیا۔ پس اس کا اتباع کرو اور ان لوگوں کے خیالات کا اتباع مت کرو جن کو علم نہیں ہے۔

یہ دین شریعت کہاں ہے؟ اس کا جواب بھی وہیں ہے۔

هٰذَا بَصَآئِرُ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ○ (45:20)-

(یہ قرآن) ہے جو تمام نوع انسانی کے لئے بصیرت ہے اور ایمان والوں کے لئے ہدایت و رحمت۔

قرآن ہر زمانہ کے انسانوں کے لئے بصائر ہے۔ اس میں بار بار غور و فکر' تدبر و تفحص کی تاکید کی گئی ہے۔ جو ایسا نہیں کرتے ان کو کہیں **شرا لدواب** کہا گیا' کہیں **کالانعام** بتایا گیا۔ جہنم ان سے بھری گئی' ان کے قلوب پر مہریں' ان کی آنکھوں پر پردے' اور ان کے کانوں میں ڈاٹ بتائے گئے۔ کہئے جو کتاب اس طرح عقل و بصیرت کی دعوت دیتی ہو اور جس کے لانے والے کا خود دعویٰ یہ ہو

اَدْعُوْا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِىْ (12:108)-

میری اور میرے متبعین کی دعوت الی اللہ علی وجہ البصیرت ہے۔

اس کتاب میں کورانہ تقلید کی کہاں گنجائش ہے۔ جمود و تعطل وہ کب روا رکھ سکتی ہے۔ قرآن انسانوں کو ظلمت سے نکال کر نور کی طرف لیجانے کے لئے آیا تھا۔ لیکن آنکھیں بند کر کے بیٹھا رہنے والا تو خواہ ظلمت میں ہو' خواہ نور میں یکساں ہے۔ علم' اجتماعی حیثیت سے' قوموں میں وراثتاً" منتقل ہوتا اور قومی سرمایہ کی طرح بڑھتا رہتا ہے۔ لیکن جو قوم علم کی کسی خاص سطح کو منتہائے کمال سمجھ کر فارغ ہو بیٹھے اس کا مآل معلوم۔ چنانچہ وہ قوم جو دنیا میں تمام نوع انسانی کی امامت کے لئے آئی تھی دنیا کے پیچھے پیچھے رہنے کی عادی ہو گئی۔ وہ ملت جس کے ہاتھ میں ایسی عظیم الشان قندیل دی گئی تھی کہ اس کی روشنی مشرق و مغرب کے امتیازات مٹا کر اقصائے عالم کو منور کرنے والی تھی اب ہر جگنو کو شمع راہ سمجھ کر اس کے پیچھے لپکنے کی خوگر ہو گئی۔ یہ راستہ آسان تھا۔ اس میں سہل انگاری اور آرام طلبی تھی۔ اجتہاد کے لئے ذہنی جہاد اور اس کے ساتھ ساتھ جسمانی مجاہدے کی ضرورت تھی۔ تقلید میں اس کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ جس کو باپ دادا کے ورثہ سے ریاست مل جائے وہ خود محنت کیوں کرے۔ یہ الگ بات ہے کہ اس وراثت میں سکہ ان کو وہ ملے جو اصحاب کہف کے سکہ کی طرح صدیوں پہلے کا ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ تقلید اختیار ہی وہ قوم کرتی ہے جس میں مجاہدانہ روح باقی نہ رہے۔ ہر قوم کی تاریخ ہمیں ایسا ہی بتاتی ہے۔ خود قرآن کریم اس پر شاہد ہے۔

تم سے پہلے (بھی) کوئی رسول کسی بستی میں نہیں آیا کہ وہاں کے خوش حال (آرام طلب) لوگوں نے یہ نہ کہہ دیا ہو کہ ہم نے اپنے آباء کو ایک طریق پر پایا اور ہم ان ہی کے نشانات کا اقتدا کرتے چلے جا رہے ہیں۔ (43:23)-

لیکن یہ یاد رہے کہ اس مکافات عمل کے دن کہ جب "سمع و بصر و قلب" ہر ایک سے الگ الگ

باز پرس ہو گی' آپ یہ کہہ کر نہیں چھوٹ سکیں گے کہ ہم نے فلاں امام کی تقلید کی تھی' فلاں عالم کا اتباع کیا تھا۔ متبوع حضرات آپ کے اس اتباع سے ہی انکار کر دیں گے کیونکہ انہوں نے کبھی کسی کو ایسے اتباع کا حکم نہیں دیا تھا۔

جس وقت وہ لوگ جو متبوع تھے اپنے متبعین سے بیزار ہو جائیں گے اور سب عذاب کا مشاہدہ کریں گے ان کے باہمی تعلقات سب منقطع ہو جائیں گے۔ (2:166)

اس وقت متبعین سے پوچھا جائے گا کہ تم نے جو ان کی پرستش شروع کر دی۔

کیا تمہارے پاس پیغمبر بینات لیکر نہیں آئے تھے؟ وہ کہیں گے کہ ہاں آئے تو تھے (40:50)۔

اور یہ بھی سمجھ رکھئے کہ مکافات عمل کے ظہور نتائج کا دن صرف مرنے کے بعد ہی نہیں آئے گا۔ اس جہان سعی و عمل میں' زندہ قوموں کے لئے ہر سانس ظہور نتائج کا لمحہ ہوتا ہے۔ یہاں قدم قدم پر قیامت نمودار ہو رہی ہے۔ لمحہ بہ لمحہ ایک نیا حشر بپا ہوتا ہے۔

ہمارا مطلب یہ نہیں کہ سلف سے جو کچھ تمہارے پاس آیا ہے معاذ اللہ سب گمراہ کن ہے۔ ایسا کون کہہ سکتا ہے؟ مطلب صرف یہ ہے کہ جو کچھ تمہیں ان سے ملا ہے آنکھیں بند کر کے اس کی پیروی نہ کرو۔ بلکہ شمع قرآنی کی روشنی میں ہمیشہ آنکھیں کھلی رکھو۔ وہ بھی تمہاری ہی طرح کے انسان تھے۔ غلطی کر سکتے تھے۔ لیکن قرآن کی کسوٹی کبھی غلطی نہیں کر سکتی۔ جو اس کسوٹی پر پورا اترے دین وہی ہے اور بس۔ **وَذَالِكَ دِيْنُ الْقَيِّمِ۔**

اسلاف پرستی کی ابتدا یوں ہوتی ہے کہ ہم سمجھ لیتے ہیں کہ ہم تو غلطی کر سکتے ہیں لیکن ہمارے بزرگوں سے غلطی کا امکان نہیں تھا۔ لیکن آپ اس دلیل کو ذرا آگے بڑھائیے تو اس کی حقیقت خود بخود بے نقاب ہو جائے گی۔ یعنی ہم اپنے آپ کو غلطیوں سے منزہ قرار نہیں دیتے۔ لیکن ہمارے بعد کے آنے والے ہمیں اپنا اسلاف سمجھیں گے اور اسلاف سمجھ کر یہ عقیدہ قائم کر لیں گے کہ ان اسلاف سے غلطی نہیں ہو سکتی تھی البتہ ہم غلطی کر سکتے ہیں اور اسی طرح یہ سلسلہ آگے بڑھتا جائے گا۔ یقین مانئے ! ہمارے اسلاف بھی ہماری طرح یہی کہتے تھے کہ ہم منزہ عن الخطاء نہیں ہیں۔ لیکن یہ بعد کے آنے والے تھے جنہوں نے انہیں منزہ عن الخطاء قرار دے کر ان کے ہر فیصلہ کو وحی آسمانی کی طرح تنقید کی حدود سے بالاتر قرار دیدیا۔ امام یوسفؒ کا قول ہے کہ "کسی شخص کے لئے ہمارے کسی قول کی اتباع جائز نہیں تاوقتیکہ وہ ہمارے ماخذ کو نہ جان لے۔" امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ "جو شخص ہم کو بلاحجت لیتا ہے اس کی مثال رات کے اندھیرے میں لکڑیاں چننے والے کی ہے کہ ہو سکتا ہے کہ وہ لکڑی کی جگہ سانپ پر ہاتھ ڈال دے۔" امام مالکؒ کا ارشاد ہے کہ "میں بھی انسان ہوں میری رائے صائب بھی ہوتی ہے اور غلط بھی"۔ امام احمدؒ کا قول ہے کہ "انسان کی ناسمجھی کی بڑی دلیل یہ ہے کہ وہ دین کو اشخاص کے ہاتھ میں دیدے"۔ **وقس علیٰ ذالک۔** یہ حضرات وہ ہیں جنہیں اجتہاد تامہ کا درجہ حاصل تھا۔ جب وہ اپنے آپ کو معصوم عن الخطا نہیں سمجھتے تھے تو تابدیگراں چہ رسد۔ لیکن بعد میں آنے والوں نے انہیں ہر طرح کی خطاء' سہو اور غلطی سے معصوم سمجھ کر ان کے اقوال کو پیغام خداوندی قرار دے دیا اور یہاں تک کہہ دیا کہ "چاروں اماموں کے فیصلہ کے بعد ہمیں آنکھیں بند کر لینی چاہئیں۔" امام شافعیؒ کی خود یہ کیفیت تھی کہ ایک سال ایک فیصلہ دیتے تھے لیکن دوسرے سال مزید تفقہ و تدبر سے اسے منسوخ قرار دے دیتے تھے۔ لیکن ان کے بعد ان ہی ائمہ کی تقلید کرنے والوں نے یہاں تک کہہ دیا

کہ "انسانی آراء و اقوال تو ایک طرف ہر وہ آیت جو ہمارے مسلک کے خلاف جائے یا ماؤل ہے یا منسوخ" یعنی قرآن کریم کو بھی ان حضرات کے مسلک کے ماتحت رہنا ہو گا۔ اگر کوئی آیت قرآنی ان کے مسلک کے خلاف جائے گی تو یا تو اس کی ایسی تاویل کر لی جائے گی کہ وہ اس مسلک کے مطابق اتر آئے اور اگر اس کی ایسی تاویل نہ ہو سکے تو سمجھ لیا جائے گا کہ وہ آیت منسوخ ہے۔ اللہ اکبر! خدا کے احکام انسانی فیصلوں کی رو سے منسوخ قرار دیئے جائیں گے۔

پھر مسلمان صدیوں سے تحزب و تشیع' فرقہ بندی اور گروہ سازی کی جس مشرکانہ زندگی سے گزر رہا ہے (کہ قرآن کریم دین میں تفرقہ اندازی کو صریح الفاظ میں شرک قرار دیتا ہے) غور سے دیکھئے تو اس کی تہ میں بھی اسلاف پرستی ہی کا جذبہ کار فرما نظر آئے گا۔ ہونے کو فرعی معاملات میں اختلاف کہاں نہیں ہوتا اور تو اور خود صحابہ کبارؓ میں بعض مسئلوں میں ذاتی طور پر اختلاف تھا۔ حضرات ائمہ کا یہ عالم تھا کہ امام ابو حنیفہؒ کے شاگردان رشید امام یوسفؒ و امام محمدؒ سینکڑوں مسائل میں اپنے استاد سے اختلاف رکھتے تھے۔ بایں ہمہ ان ذاتی اختلافات کی بنا پر وہ حضرات کوئی نیا دین' کوئی جداگانہ فرقہ نہیں بنا لیتے تھے۔ لیکن بعد کے آنے والوں نے جب اسلاف پرستی شروع کی اور ایک مخصوص مسلک کے متبعین نے سمجھ لیا کہ ہمارے مسلک کے موسس منزہ عن الخطاء تھے تو لازمی طور پر یہ بھی ماننا پڑا کہ اس مسلک کے خلاف چلنے والے بدیہی طور پر غلط راہ پر ہیں۔ یہی کچھ مخالف مسلک والوں نے سمجھا۔ نتیجہ اس کا **بغیا" بینھم** (باہمی ضد اور ہٹ) کے سوا اور کیا ہو سکتا تھا اور یہی ضد اور ہٹ ہے جسے قرآن کریم اختلاف آرائی اور تفرقہ انگیزی کی بنیاد قرار دیتا ہے اور اس کے بعد **(کل حزب بما لدیھم فرحون)**

کے مطابق ہر شخص یہ سمجھ لیتا ہے کہ جس فرقے سے میں متعلق ہوں وہ "ناجی" اور باقی سب جہنمی ہیں اور ہر شخص کی تمام جدوجہد اس غرض کے لئے ہوتی ہے کہ اپنے فرقہ کو برسر حق اور دوسروں کو باطل پرست ثابت کر دے۔ نہ اس میں تحقیق کا مادہ باقی رہتا ہے' نہ حقائق کو خالی الذہن ہو کر پرکھنے کی صلاحیت۔ وہ اپنے مسلک کے خلاف ایک لفظ سننا بھی گوارا نہیں کرتا۔ اس لئے نہیں کہ اس کے پاس اپنے مسلک کی حقانیت کے محکم دلائل ہوتے ہیں بلکہ اس لئے کہ وہ اگر اپنے مسلک میں کسی غلطی کا امکان تسلیم کرے تو اس سے اسے اپنے اسلاف میں بھی غلطی کا امکان ماننا پڑے گا اور یہ وہ چیز ہے جسے تسلیم کرنے کے لئے وہ ایک لمحہ کے لئے بھی تیار نہیں۔ اس سے اس کے "دین" کی فلک بوس عمارت زمین پر آگرتی ہے۔

پھر آپ دیکھیں گے کہ یہ اختلافات بہت چھوٹی چھوٹی باتوں میں ہوتے ہیں۔ ایسی معمولی باتوں میں کہ آپ سنیں تو حیران رہ جائیں کہ یہ کونسا ایسا معاملہ ہے جس پر یوں آستینیں چڑھائی جائیں۔ لیکن ان حضرات کے سامنے چونکہ زندگی کا کوئی صحیح مقصد نہیں' دین کا کوئی واضح نصب العین نہیں اس لئے وہ اختلافات کی ان حدود بندیوں کی حفاظت ہی کو ذریعہ نجات سمجھے ہوئے ہیں اور ان کا تحفظ ہی ان کے نزدیک عین جہاد ہے۔ ایک دفعہ دیکھنے میں آیا کہ ایک بہت بڑے مولوی صاحب کا نہایت پرشکوہ جلوس جا رہا ہے۔ "غازی اعظم زندہ باد" کے فلک شگاف نعروں سے فضا مرتعش ہو رہی ہے۔ مسرت کے شادیانے بج رہے ہیں۔ خوشی کی لہریں دوڑ رہی ہیں۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ ان صاحب نے کسی مجلس مناظرہ میں امام ابو حنیفہؒ کی شان میں سوء ادبی کے کلمات کہے۔ اس پر مقلدین حضرات نے ان پر مقدمہ چلایا۔ مقدمہ نے طول کھینچا' سزا ہوئی

لیکن اپیل میں بری ہو گئے اور اب فاتحانہ انداز سے مظفر و منصور خیر سے مراجعت فرمائے وطن ہو رہے ہیں۔ آپ ان روح فرسا مناظر کو دیکھ کر بے شک ہنس دیجئے۔ لیکن ان کی اہمیت ان حضرات سے پوچھئے۔ ان کے نزدیک تو عاقبت سنوارنے کا ذریعہ ہی یہی ہے اور یہ سب کچھ اس لئے کہ اسلاف پرستی نے درحقیقت خدا پرستی کی جگہ لے رکھی ہے۔ جو کچھ خدا کے لئے ہونا چاہئے تھا وہ سب اسلاف کی عظمت و عقیدت کے لئے ہو رہا ہے۔

پھر ایک اور بات بھی بڑی دلچسپ ہے۔ ظاہر ہے کہ فقہی احکامات و مسائل درحقیقت ان قوانین کے نام ہیں جو اسلامی سلطنت کی طرف سے نافذ ہوتے تھے۔ سلطنت تو ایک مدت ہوئی ختم ہو چکی لیکن ان قوانین کی فرعی اختلافات کی جنگ برابر جاری ہے۔ ان حضرات کی عمر ان اختلافات سے متعلق بحث و جدل میں گزر جاتی ہے۔ لیکن کبھی ایک لحہ کے لئے بھی اس بات کی فکر نہیں ہوتی کہ اس قوت کے پیدا کرنے کی بھی کوئی تجویز کی جائے جس کی بناء پر ان قوانین و احکام کو منوایا جائے گا اور حق یہ ہے کہ جس قوم کے قوائے ذہنی و عملی پر اس درجہ تعطل و جمود چھا جائے وہ کش مکش حیات سے اسی طرح گریز کیا کرتی ہے اور یہ نفس انسانی کی شعبدہ کاریاں ہیں کہ وہ اس فرار کو بھی جہاد بنا کر دکھا دیتا ہے۔

یہ تو ائمہ فقہ اور علماء سلف کی تقلید و اتباع سے متعلق تھا۔ ائمہ پرستی میں ان کے علاوہ ایک اور جماعت بھی ہے، لیکن وہ ہمارے اس موضوع سے خارج ہے۔ اس لئے کہ وہ اپنے ائمہ حضرات کو معصوم اور مامور من اللہ مانتے ہیں اور اس امامت کو ایک خاندان میں مقید و محدود سمجھتے ہیں۔ اب ظاہر ہے کہ جو شخص اس قسم کے عقائد کو قرآن کریم کی رو سے نسل پرستی سمجھے اور اس مقصد عظیم کا نقیض جس کے لئے اسلام آیا تھا، وہ ان حضرات سے کسی کلمہ مشترکہ پر افہام و تفہیم کی بات کیسے کرے؟ لہٰذا ان حضرات سے ہمارا تخاطب ہی لا حاصل ہے۔

اپیل

اگرچہ کراچی شہر کو تحریک طلوع اسلام کا اولین گہوارا ہونے کا شرف حاصل ہے اور اہالیان کراچی درس قرآن کی اس روائت کو جس کی طرح علامہ غلام احمد پرویزؒ نے ڈالی تھی، اسی طرح قائم رکھے ہوئے ہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ اتنی بڑی آبادی والے اس مالدار شہر میں کوئی مستقل قرآنی درسگاہ آج تک قائم نہیں کی جا سکی لہٰذا قرآنی فکر سے دلچسپی رکھنے والے حضرات سے اپیل ہے کہ وہ جس قدر جلد ہو سکے ہماری مالی معاونت فرما کر کراچی میں مستقل قرآنی درسگاہ قائم کرنے میں ہمارا ہاتھ بٹائیں۔ عطیات بزم طلوع اسلام کراچی (صدر) اکاؤنٹ 60299-1، حبیب بینک لمیٹڈ (کورنگی روڈ برانچ (1910) فیز II۔ ڈیفنس ہاؤسنگ سوسائٹی کراچی کے نام ارسال فرمائیں۔

بزم طلوع اسلام کراچی (صدر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انشاء اللہ

(سرسید احمد خانؒ)

(سرسیدؒ نے ہمارے مروجہ اسلام کے غلط معتقدات اور رسومات کی اصلاح کے لئے کیا کچھ کیا' اس کی تفصیل کے لئے ایک ضخیم کتاب کی ضرورت ہے۔ ذیل میں ہم ان کا ایک مختصر سا مقالہ درج کرتے ہیں جس سے اندازہ ہو سکے گا کہ وہ اس محاذ پر کن کن گوشوں سے اور کس کس انداز سے حملہ کرتے تھے۔

ہماری کتب فقہ میں ایک باب "کتاب الحیل" کا ہوتا ہے۔ اصل کتاب میں یہ بتایا جاتا ہے کہ شریعت کی رو سے کون کون سی باتیں گناہ ہیں اور "کتاب الحیل" میں یہ بتایا جاتا ہے کہ وہ کونسی ترکیبیں ہیں کہ انسان وہ خلاف شریعت کام کرے بھی اور گناہ سے بھی بچ جائے۔ مثلاً کتاب میں لکھا ہو گا کہ جھوٹی قسم کھانا گناہ ہے اور کتاب الحیل میں بتایا جائیگا کہ انسان کن الفاظ میں جھوٹی قسم کھائے کہ اس کے مواخذہ سے بچ جائے۔ ظاہر ہے کہ ان حیلوں کی حیثیت فریب نفس سے کچھ زیادہ نہیں۔ لیکن جو قوم ایسی فریب انگیز باتوں کو اپنی کتب شریعت میں درج کر کے ان پر عمل کرنے کی حوصلہ افزائی کرے' اس قوم کی ذہنیت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

زیر نظر مقالہ میں دیکھئے کہ سرسیدؒ اس قسم کی "شرعی حیلہ کاریوں" کی نقاب کشائی کس انداز سے کرتا ہے۔ یہ بھی واضح ہے کہ جب کوئی دیدہ ور' شریعت کے نام پر اس قسم کی فریب کاریوں پر نگاہ ڈالے گا تو اس کے قلب حساس پر کس قدر شدید چوٹ لگے گی۔ درد کی یہی شدت تھی جس نے سرسیدؒ کے ہاں طنز کا انداز اختیار کیا تھا۔ انداز تو طنزیہ ہے لیکن جو کچھ کہا گیا ہے وہ سب کچھ ہماری کتب فقہ میں موجود ہے۔

بات کی ابتدا یوں ہوتی ہے کہ ایک فقیہ' کسی عام مسلمان سے پوچھتا ہے کہ کیا تم مسلمان ہو۔ وہ اس کے جواب میں عام دستور کے مطابق کہتا ہے کہ "انشاء اللہ میں مومن ہوں"۔ اس پر وہ فقیہ بگڑ جاتے ہیں۔ اور جھٹ سے کفر کا فتویٰ جڑ دیتے ہیں۔ اس مکالمہ کی ابتداء اس پس منظر میں ہوتی ہے۔ طلوع اسلام)

کافر کافر

کیوں حضرت کافر کیوں؟

تم نے کیا کہا؟

میں نے کہا "انا مومن انشاء اللہ"

کافر۔ کافر! یوں کہو "انا مومن حقاً" اس جگہ انشاء اللہ کا لفظ نہیں کہتے' ایسے موقع پر یوں بولنا کفر ہے۔

پھر حضرت کس جگہ کہتے ہیں:

قسم سے بچنے' وعدہ پورا نہ کرنے' بے گناہ دھوکا دینے' جھوٹ بولنے اور جھوٹا نہ ہونے میں۔ حضرت پھر تو "انشاء اللہ" خوب اوزار ہے۔ کیا مسلمانوں کا برتاؤ اسی مسئلہ پر ہے؟

ہاں جو پرہیز گار' مولوی' عالم' شرع پر چلنے والے ہیں گناہوں سے بچنا چاہتے ہیں' وہ ہمیشہ اس پر خیال رکھتے ہیں۔

حضرت میں تو نہیں سمجھتا۔

فقہ پڑھی ہو' اصول فقہ کو جانا ہو' عالموں کی صحبت اٹھائی

ہو تو جانو' جاہل کندۂ ناتراش نہ پڑھے نہ لکھے جانو تو کیا جانو؟

حضرت آپ ہی سمجھا دیجئے۔

ارے میاں! ان کے معنی اگر' شاء کے معنی چاہا' اللہ کے معنی تو اللہ کے ہی ہیں' مگر وہ فاعل واقع ہوا ہے جس کے معنی نے کے ہوتے ہیں۔ اب سب کو ملاؤ تو یہ معنی ہوئے "اگر چاہا اللہ نے" اب دو مسئلے فقہ کے اور سمجھ لو' اگر کوئی امر کسی پر مشروط ہو اور بسبب نہ پورے ہونے شرط کے ادا نہ کیا جائے تو کچھ گناہ لازم نہیں آتا۔ "**اذا فات الشرط فات المشروط**" ایک مسئلہ ہوا؟ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ خالق جمیع افعال عباد کا خدا ہے۔ پس جب ان دونوں مسئلوں کو ملا کر انشاء اللہ کے معنوں کو دیکھو تو پھر انشاء اللہ کہنے کے بعد کچھ گناہ باقی نہیں رہتا۔

حضرت! میں مسئلے کو تو بخوبی سمجھ گیا' مگر اب تک میری سمجھ میں یہ نہیں آیا کہ گناہ کیونکر نہیں رہتا؟ کیا وہ لفظوں کے الٹ پھیر سے الٹ جاتا ہے؟

جاہل! اور کیا؟ ہماری جیب میں ایک گھڑی ہے۔ ہمارے دوست کو اس کی ضرورت ہے جب اس نے ہم سے مانگی ہم نے کہا کہ ہمارے گھر میں کوئی گھڑی ہی نہیں' اس نے کہا قسم تو کھاؤ۔ ہم نے خدا کی قسم ہمارے گھر میں کوئی گھڑی نہیں۔ یا ہمارے گھر میں ایک اشرفی رکھی ہے۔ ہمارے دوست نے ہم سے اشرفی مانگی ہم نے کہا کہ ہمارے پاس کوئی اشرفی نہیں' اس نے کہا قسم تو کھاؤ۔ ہم نے کہا خدا کی قسم ہمارے پاس کوئی شرفی نہیں۔ کیوں سچ بات ہوئی کہ نہیں؟ بات ہی بات میں سنو الٹ گیا کہ نہیں؟ یہ تو باتیں ہی باتیں ہوئیں' روپے' پیسے' سود بٹے کے معاملہ میں بھی لفظوں ہی کے الٹ پھیر سے سود الٹ جاتا ہے۔ تولہ بھر سونا سولہ روپیہ کی قیمت کا ہم سے قرض لو' سود سے بچنے کو کہہ لو کہ بیس تولہ چاندی لیں گے۔ [illegible] چاندی میں وہی تولہ بھر سونا آیا اور چار تولہ چاندی سود [illegible] اور سود نہ ہوا۔ کھوٹا سونا جس میں ذرا سا تانبے کا [illegible] ہو اور اسی وزن کے برابر کھرا سونا لے لو' مال تو زیادہ کا ہاتھ لگ گیا اور سود نہ ہوا' مکان گروی رکھو' راہن سے کہلوا لو کہ سکونت میں نے ہی کی' کرایہ کا فائدہ ہوا اور سود نہ ہوا' گاؤں گروی لو۔ مثلاً ہزار روپے کو۔ جس میں دو سو روپیہ سالانہ کا فائدہ ہو۔ راہن سے اسی (80) روپیہ سال دینے کے اقرار پر پٹہ لکھوا لو اور گاؤں پر قبضہ کر لو' کل منافع تحصیل کرو' ایک سو بیس روپیہ سال سود کے' پٹے کے نام سے بچے کہ نہیں؟ اور سود نہ ہوا۔

حضرت کیا یہ ہوتا ہے؟

خدا کی قسم سب کرتے ہیں' جتنے مقدس' خدا پرست' وہابی' نیم وہابی' مقلد' حنفی' زمیندار تعلقہ دار ہیں سب کرتے ہیں۔ بڑے بڑے مولویوں نے فتوے دیدیئے ہیں۔

اب سمجھے کہ لفظوں کے الٹ پھیر سے گناہ پلٹ گیا کہ نہیں؟ اجی ابھی ہمارے پاس زکوٰۃ کا روپیہ آئے اور ہم مستحق ہوں' ابھی گھر میں جا کر بیوی سے کہہ آویں کہ ہم نے اپنا کل مال تم کو ہبہ کیا' اب مفلس ہو گئے کہ نہیں' باہر آویں اور زکوٰۃ کا روپیہ لے لیں' باتیں ہی تو ہیں' ان باریکیوں کے سمجھنے کے لئے علم درکار ہے۔

بھلا حضرت یہ تو ہوا' انشاء اللہ والی بات رہ گئی۔ اس کو بھی کسی مثال سے سمجھا دو۔

ارے میاں یوں سمجھو کہ ہم نے تمہارا دل خوش کرنے کو تم سے کہہ دیا کہ ہم کل تمہارے ہاں آویں گے انشاء اللہ' ہمارا ارادہ آنے والنے کا کچھ نہ تھا یوں ہی کہہ دیا تھا' جب نہ گئے تو معلوم ہوا کہ خدا نے نہیں چاہا' اسی وعدے کو مشروط کیا تھا' **اذا فات الشرط فات المشروط**۔ بات کی بات میں گناہ پلٹ گیا۔ کبھی تم عدالت میں گواہی دینے بھی گئے ہو؟

ہاں صاحب! ایک دفعہ گیا تھا' میں نے تو جو سچ تھا وہ کہہ دیا تھا' مگر میرا بھائی مقدمہ ہار گیا۔ میں کیا کرتا' وہاں ایک کالی مخمل کی گول چنٹ دار ٹوپی پہنے ہوئے گوری رنگت کا مسلمان مولوی کرسی پر بیٹھا تھا' اس نے قسم دی کہ سچ کہنا' میں جھوٹ بولنے سے ڈر گیا سچ کہہ دیا۔

ہاں فقہ نہ جاننے سے' عالموں کی صحبت نہ اٹھانے سے یہی تو نتیجہ ہوتا ہے' ارے جب اس مولوی جج نے قسم دی تھی کہ سچ بولنا' تو نے کہا ہوتا کہ خدا کی قسم سچ بولوں گا انشاء اللہ' اگر وہ جج نام کا مولوی تھا اور فقہ نہ جانتا تھا تو پکار ہی کر انشاء اللہ کہہ دیا ہوتا اور اگر وہ مولوی تھا اور ٹھیڑے ٹھیڑے بدلائی آن پڑی تھی تو پکار کر کہا ہوتا کہ خدا کی قسم سچ بولونگا اور جھٹ پٹ دل میں کہہ دیا ہوتا انشاء اللہ' مگر یہ خیال رکھا ہوتا کہ سانس نہ ٹوٹنے پائے ورنہ انشاء اللہ کا جوڑ ٹوٹ جاتا' پھر جو چاہتے وہ کہہ دیتے' ذرا بھی جھوٹی قسم کھانے کا گناہ نہ ہوتا۔

حضرت! باتیں تو آپ نے خوب بتائیں مگر میں حیرت میں ہو گیا' اب تو رخصت ہوتا ہوں' اور کسی سے بھی تحقیق کروں گا' میرا دل دھکڑ پکڑ کر رہا ہے۔

تم جس مولوی سے چاہنا پوچھنا' یہی بتائے گا۔ کہو میں ابھی ہدایہ' شرح وقایہ' در مختار' بحرالرائق' نہرالفائق اور بڑے بڑے معتبر فتاووں سے ہر ایک کی جزئی روایت نکال دوں اور تم نے وہ فتاویٰ بھی دیکھا ہے؟ جو پرانے خاندانی مولویوں اور قاضیوں کے ہاں ہوتا ہے' میں اس وقت اس کا نام بھول گیا ہوں یاد آجائے گا تو بتا دوں گا۔ اس میں ہر ایک مسئلہ کی نسبت دو روایتیں لکھی ہیں' ایک میں جائز حلال اور دوسری میں ناجائز حرام لکھ رکھا ہے' پھر جونسی روایت کے مطابق چاہا فتویٰ دے لیا' بہت ہوا روپیہ دو روپیہ' فتویٰ کے نام سے نہیں اور کسی نام سے کبھی کبھی دیتے رہے۔ کیوں؟ بات کی بات میں گناہ پلٹ گیا کہ نہیں؟ مگر اس زمانے میں جو کمبخت مقلدین فلاسفہ ملاحدہ نکلے ہیں وہ تو مذہب اسلام کی جڑ کاٹتے ہیں۔ یااللہ کیا مشکل پڑی ہے!!!

پیپلز کلیرنگ ایجنسی
کسٹم ہاؤس سے منظور شدہ
کلیرنگ اینڈ فارورڈنگ ایجنٹ
۲۵ سالہ تجربہ کار
کلیرنگ اور فارورڈنگ کے معاملات میں ایک قدم آگے
ہمارے ۲۵ سالہ تجربہ سے دوسروں کے مقابلے میں زیادہ فائدہ۔
ہم آپکی خدمت کیلئے ہمہ وقت تیار ہیں۔
۵۔ وقار سینٹر، فرسٹ فلور رام بھارتی اسٹریٹ، جوڑیا بازار۔ کراچی
فون: ۲۴۲۶۱۲۸
۲۴۳۱۰۲۵-۲۴۳۷۵۳۷
فیکس نمبر: ۲۴۱۹۷۸۲
ٹیلیکس: ۲۱۰۴۳ BTC PK

تین ممتاز علماء کی رائے

(افادیت قرآن کے متعلق)

(1) ابوالکلام آزاد (مرحوم)

اگر ایک شخص مسلمانوں کی تمام موجودہ تباہ حالیوں' اور بدبختیوں کی علت حقیقی دریافت کرنا چاہے اور ساتھ ہی یہ شرط بھی لگا دے کہ صرف ایک ہی علت اصلی ایسی بیان کی جائے جو تمام علل و اسباب پر حاوی اور جامع ہو تو اس کو بتایا جا سکتا ہے کہ علماء حق و مرشدین کاملین کا فقدان اور علماء سوء و مفسدین دجالین کی کثرت **رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا** ○ (پ- 33:67)

اور پھر اگر وہ پوچھے کہ ایک ہی جملے میں اس کا علاج کیا ہے تو اس کا امام مالک رحمتہ اللہ علیہ کے الفاظ میں جواب ملنا چاہئے کہ **لا یصلح اخر هذه الامة الا بما صلح به اولها**۔ یعنی امت مرحومہ کے آخری عہد کی اصلاح کبھی نہ ہو سکے گی! تاوقتیکہ وہی طریقہ اختیار نہ کیا جائے جس سے اس کے ابتدائی عہد نے اصلاح پائی تھی اور وہ اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ قرآن حکیم کے اصلی و حقیقی معارف کی تبلیغ کرنے والے مرشدین و صادقین پیدا کئے جائیں۔

(ماخوذ از (البلاغ) جلد اول' شمارہ اول' مورخہ 12 نومبر 1915ء)

(2) شیخ الہند محمود الحسنؒ دیوبندی کا ایک سبق آموز واقعہ بروایت مفتی محمد شفیعؒ

حضرت شیخ الہندؒ مالٹا کی قید سے واپس آنے کے بعد ایک رات بعد نماز عشاء دارالعلوم میں تشریف فرما تھے۔ علماء کا بڑا مجمع سامنے تھا۔ اس وقت آپ نے فرمایا کہ "ہم نے تو مالٹا کی زندگی میں دو سبق سیکھے ہیں"۔ یہ الفاظ سن کر سارا مجمع ہمہ تن گوش

ہو گیا کہ اس استاذالعلماء درویش نے اسی (80) سال علماء کو درس دینے کے بعد آخر عمر میں جو سبق سیکھے ہیں وہ کیا ہیں؟

فرمایا کہ "میں نے جہاں تک جیل کی تنہائیوں میں اس پر غور کیا کہ پوری دنیا میں مسلمان دینی و دنیوی ہر حیثیت سے کیوں تباہ ہو رہے ہیں تو (مجھے) اس کے دو سبب معلوم ہوئے؟ "ایک ان کا قرآن کو چھوڑ دینا۔ دوسرے ان کے آپس کے اختلافات اور خانہ جنگی۔ اس لئے میں وہیں سے یہ عزم لے کر آیا ہوں کہ اپنی باقی (تمام) زندگی اس کام میں صرف کر دوں کہ قرآن کریم کو لفظاً" اور معناً" عام کیا جائے۔ بچوں کے لئے لفظی تعلیم کے مکاتب ہر بستی میں قائم کئے جائیں اور بڑوں کو عوامی درس قرآن کی صورت میں اس کے معنی سے روشناس کرایا جائے اور قرآنی تعلیمات پر عمل کے لئے آمادہ کیا جائے اور مسلمانوں کے باہمی جنگ و جدال کو کسی قیمت پر بھی برداشت نہ کیا جائے۔

(ماخوذ از وحدت امت۔ تالیف مفتی محمد شفیع۔ شائع کردہ مکتبہ المنبر فیصل آباد (پاکستان)

(3) از تفسیر ابن کثیر

قرآن ایک مستقل شریعت ہے تاکہ ہر زمانے کے فرمانبرداروں اور نافرمانوں کا امتحان ہو جایا کرے البتہ توحید سب زمانوں میں یکساں رہی اور معنی اس جملہ کے یہ ہیں کہ اے امت محمدؐ تم میں سے ہر شخص کے لئے ہم نے اس کتاب' قرآن کریم کو شریعت اور طریقہ بنایا ہے۔ تم سب کو اس کی اقتداء اور تابعداری کرنی چاہئے۔ پس بہترین مقاصد حاصل کرنے کا ذریعہ اور طریقہ صرف قرآن کریم ہی ہے۔ اور بس۔ (پ- 48:5-6)

از تفسیر ابن کثیر۔ (نور محمد کارخانہ تجارت کتب آرام باغ' کراچی-- اردو ترجمہ مولوی محمد جونا گڑھی)

بشکریہ الحاج محمد اقبال ایڈووکیٹ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فوج طلب باتیں

... ہے کہ ہمارے ہاں جب غور طلب باتوں ... تو فوج طلب کرنا پڑ جاتی ہے اور یوں غور ... باتیں فوج طلب باتیں بن جاتی ہیں۔ سیاسی انتشار ہو یا ... امن و امان کی بگڑتی ہوئی صورتحال' ہر دو صورتوں ... فوج ہی طلب کرنا پڑتی ہے۔ ہر سال سیلاب کے خطرات ... پہلے غور طلب کمیٹیاں تشکیل دی جاتی ہیں اور نتیجتاً ... متاثرین کی امداد کیلئے فوج طلب کر لی جاتی ہے۔

... سال کی طرح اس سال بھی اسلام آباد کی مارگلہ پہاڑیوں ... ہفتہ بھر آگ لگی رہی۔ ایک طرف تو اسلام آباد کے شہری ... پے در پے خود سوزی کے واقعات کے پیش نظر یہی سوچتے ... رہے کہ انسانوں کی طرح پہاڑیوں نے بھی خود سوزی شروع کر ... دی یا یہ آگ بھی کسی ظالم شوہر یا ساس نے لگائی ہے؟ دوسری طرف اسلام آباد کے رکھوالے ادارے سی ڈی اے کے افسر بھی یہی غور کرتے رہ گئے کہ آگ خود بجھا دی جائے یا بارش کا انتظار کیا جائے؟ بالاخر بیوروکریسی کے غور طلب فیصلے کے بعد فوج طلب کر لی گئی۔ ماسی مصیبتے کا کہنا ہے کہ انسان کبھی تو بیروزگاری کے خلاف بطور احتجاج خود سوزی کرتا ہے اور کبھی اپنے غیر قانونی روزگار کو چھپانے یا اس کا سراغ مٹانے کیلئے احتیاطاً "شجر سوزی" کر دیتا ہے۔

یوں تو ہمارے ہاں جلنے جلانے کی رسم ایک عرصہ سے جاری ہے۔ اب یہ رسم دلوں اور گھروں سے نکل کر شاہراہوں پہ کھلم کھلا ادا ہونا شروع ہو گئی ہے۔ پہلے ساس بہو کو طعنے مار مار کر اس کا دل جلایا کرتی تھی' پھر اس نے ڈائریکٹ ہی جلانا شروع کر دیا۔ اسی طرح پہلے کبھی سیاستدان صرف اپوزیشن میں ... کر ہی دل جلانے والی باتیں اور بیان بازیاں کرتے تھے "اب ... طرف ہے آگ برابر لگی ہوئی" کے مصداق ہر سیاستدان ... سوز بیان دے کر مخالف کے تن بدن میں آگ لگانے کی سعی میں مصروف نظر آتا ہے۔

بات ہو رہی تھی غور طلب اور پھر فوج طلب باتوں کی۔ پہاڑوں پہ آگ لگی ہو یا میدانوں میں سیلاب آجائے' آگ اور پانی پر قابو پانے کیلئے فوج ہی طلب کرنا پڑتی ہے' حتیٰ کہ اب تو ہماری فوج کو حکومت چلانے کے ساتھ ساتھ میٹر چلانے کا تجربہ بھی بطریق احسن حاصل ہو چکا ہے۔

اخبار میں چھپنے والے کچھ بیانات ایسے بھی ہوتے ہیں جنہیں پڑھ کر اپنے تو کیا پڑوسیوں سمیت دور دراز کے ممالک بھی جل بھن جاتے ہیں۔ مثلاً جب سے وزیراعظم صاحب نے یہ بیان دیا ہے کہ ہم کرپٹ لوگوں کو ملک سے باہر نکال دیں گے تو بہت سے ممالک کے تن بدن میں آگ لگی ہوئی ہے کہ شاید وزیراعظم صاحب کا اشارہ ایسے لوگوں کو ان کے ہاں بھیجنے کا ہے۔ کرپٹ لوگ بھی یہ بیان سن کر بہت پریشان ہیں کہ انہیں نائیجیریا کے سوا کسی اور ملک میں پناہ نہیں ملے گی۔

بونگے کے تجزیے کے مطابق ہمارے ملک میں گاڑیوں کے ٹائر اتنے سڑک پر چلتے نہیں جتنے جلتے ہیں۔ بقول انکل سرگم جب گاڑیوں کے ٹائروں کی قیمت انسانی جان سے زیادہ مہنگی ہو گئی تو زندگی ٹائر سوزی سے ریٹائرڈ سوزی میں تبدیل ہو گئی۔ اسلام آباد میں ناانصافی اور بیروزگاری کی آگ سے انسان سوزی کا افسوسناک واقعہ دیکھ کر یہاں کے باشندوں کی آنکھ شاید اس لیے نم نہ ہو سکی کہ اسلام آباد میں پینے کا چلو بھر پانی میسر نہیں' لہٰذا آنکھ میں پانی لانے کیلئے اب شاید پولیس کے آنسو گیس کے گولے اشک آور ثابت ہوں یا شاید سی ڈی اے کے حکام پھر سے یہ غور کر رہے ہوں کہ اس غور طلب مسئلے کو حل کرنے کیلئے ہمیں فوج ہی نہ طلب کرنی پڑ جائے۔

(بشکریہ خبریں 4-5-99)

تبلیغ دین میں آپ بھی حصہ لیجئے

زندگی کی روز افزوں مصروفیات کے باعث دینی کتب کا مطالعہ ہر کسی کے لئے ممکن نہیں رہا جس کے پیش نظر ادارہ نے پیش پا افتادہ اہم موضوعات پر چھوٹے چھوٹے پمفلٹس شائع کر کے متلاشیان حق تک پہنچانے کا ملک گیر پروگرام ترتیب دیا ہے۔ اس پروگرام پر سال 1999ء کے لئے اخراجات کا تخمینہ اڑھائی لاکھ روپے ہے' تبلیغ دین کا فریضہ چونکہ ہر مسلمان پر عائد ہوتا ہے اس لئے تمام مسلمانوں خاص طور پر فکر قرآنی میں دلچسپی رکھنے والے حضرات سے درخواست ہے کہ حسب استطاعت مالی معاونت فرما کر تبلیغ دین کے اس پروگرام کو کامیاب بنائیں۔ جن کرمفرماؤں نے عطیات ارسال فرمائے ہیں ان کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔

1- محترمہ ڈاکٹر زاہدہ درانی صاحبہ (لاہور) 25,000 روپے

عطیات ---- نیشنل بنک مین مارکیٹ برانچ گلبرگ' لاہور
اکاؤنٹ نمبر 7-3082 میں یا براہ راست ادارہ طلوع اسلام
25 بی گلبرگ II' لاہور کے نام ارسال فرمائیں۔

ایاز حسین انصاری
چیئرمین ادارہ طلوع اسلام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بشیر احمد عابد (کویت)

بزم طلوع اسلام کویت کی وضاحت

محترمی و مکرمی جناب ایڈیٹر صاحب۔ آداب و تسلیمات!

آپ کے موقر جریدہ روزنامہ اوصاف بابت 26, 27 اپریل 1999ء میں مولانا زاہدالراشدی کا ایک مضمون بعنوان "طلوع اسلام اور غلام احمد پرویز" نظر سے گزرا۔ اس میں مولانا صاحب نے بزم طلوع اسلام کویت کے حوالے سے کچھ "حقائق" بیان کئے ہیں۔ ہم بصد احترام گذارش کرتے ہیں کہ یہ حقائق درست نہیں ہیں۔ ہم آپ کے سامنے صحیح حقائق پیش کرتے ہیں اور آپ سے درخواست ہے کہ انہیں اپنے موقر جریدہ کی کسی قریبی اشاعت میں شامل کر کے ممنون فرمائیں۔

مولانا زاہدالراشدی نے لکھا ہے کہ کویت کی وزارت اوقاف نے بزم طلوع اسلام پر پابندی لگا دی ہے کیونکہ اس کی سرگرمیاں خلاف اسلام تھیں۔ یہ بات صحیح نہیں ہے۔ نظر آتا ہے کہ مولانا صاحب کو صحیح حالات کا علم نہیں اس لئے کہ ہم نہیں سمجھتے کہ وہ دانستہ طور پر جھوٹ بولیں گے۔ اصل واقعہ یہ ہے کہ یہاں ایک مقامی مسجد کے پاکستانی پیش امام نے علامہ غلام احمد پرویز کی کتب اور ماہنامہ طلوع اسلام سے کچھ غلط سلط اقتباسات پیش کر کے وزارت اوقاف سے فتویٰ طلب کیا کہ جس شخص یا جماعت کے ایسے باطل عقائد و نظریات ہوں تو اس کے متعلق شریعت حقہ کا کیا حکم ہے؟ وزارت اوقاف نے فتویٰ دیا کہ ایسے باطل عقائد و نظریات رکھنے والا شخص یا جماعت خارج از اسلام ہے۔ وزارت اوقاف کا فیصلہ درست تھا۔ ان کے سامنے جو حقائق پیش کئے گئے تھے وہ دین کی بنیاد کہلاتے ہیں۔ اور ان کا انکار کرنے والا کوئی بھی شخص ہو وہ مسلمان نہیں کہلا سکتا۔ مولانا صاحب نے وزارت اوقاف کو لکھا تھا کہ یہ لوگ اطاعت رسولؐ کا انکار کرتے ہیں، احادیث کو نہیں مانتے، نماز کو مجوسیوں کی عبادت سے ماخوذ سمجھتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ حضورؐ کے عہد سے صرف دو وقت کی نماز (فجر اور عشاء) ثابت ہے، باقی نمازوں کا انکار کرتے ہیں، زکوٰۃ کو حکومت کا ٹیکس قرار دیتے ہیں اور اس کے نصاب کو رد کرتے ہیں، حج کو عبادت نہیں سمجھتے، کہتے ہیں کہ یہ مسلمانوں کی عالمی کانفرنس ہے۔ جنت، جہنم اور ملائکہ کے وجود کو تسلیم نہیں کرتے وغیرہ وغیرہ۔ طلوع اسلام نے وزارت اوقاف کو لکھا کہ یہ سب الزامات جھوٹ پر مبنی ہیں۔ ہمارا ان سے کوئی تعلق نہیں اور اس قسم کی کوئی بات ہمارے لٹریچر میں نہیں پائی جاتی۔ آپ براہ مہربانی ہمیں وہ لٹریچر فراہم کیجئے جس سے یہ اقتباسات اخذ کئے گئے ہیں تاکہ ہم آپ پر صحیح پوزیشن واضح کر سکیں۔ لیکن باوجود کئی یاددہانیوں کے وزارت اوقاف نے اس کا آج تک جواب نہیں دیا۔ ہم ابھی تک انتظار کر رہے ہیں بلکہ اچھا ہوا کہ مولانا زاہدالراشدی نے اسے اوصاف میں شائع کر دیا۔ ہم ان سے درخواست کریں گے کہ اگر ان کے علم میں ایسی کوئی کتاب ہو جس سے مندرجہ بالا الزامات ثابت ہوتے ہیں تو اس کا حوالہ اوصاف میں شائع کر دیں تاکہ قارئین کو سچ جھوٹ کا صاف صاف پتہ چل سکے۔

واضح رہے کہ کویت میں شرعی معاملات میں راہنمائی کا کام وزارت اوقاف سرانجام دیتی ہے۔ علماء اکرام کو انفرادی طور پر اس کی اجازت نہیں، جیسا کہ پاکستان میں عام رواج ہے۔

وزارت اوقاف کے فیصلے کو فتویٰ کہا جاتا ہے اور یہاں کے عدالتی نظام کے مطابق اس فتویٰ کو قانونی حیثیت حاصل نہیں ہوتی۔ وزارت اوقاف کے سامنے جو بھی معاملہ پیش ہوتا ہے وہ اس کا جائزہ متعلقہ فقہ (شیعہ' سنی' حنفی' شافعی وغیرہ) کی رو سے لیتے ہیں اور جواب دیتے ہیں۔ اس ضمن میں تحقیق و تفتیش کرنا اور معاملہ پیش نظر میں فراہم کردہ معلومات کی چھان پھٹک کرنا ان کے فرائض میں شامل نہیں ہوتا۔ مثلاً اگر یہ پوچھا جائے کہ فلاں شخص سور کا گوشت کھاتا ہے' اس کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے تو وہ اس کا سیدھا سیدھا جواب دیں گے کہ وہ کافر ہے۔ اس امر کی تصدیق کرنا کہ واقعی وہ کھاتا بھی ہے یا نہیں؟ ان کی ذمہ داری نہیں۔ طلوع اسلام کے خلاف جو فتویٰ دیا گیا ہے وہ بھی اسی نوعیت کا ہے۔ ان کو جو معلومات فراہم کی گئیں ان کی تصدیق کئے بغیر فتویٰ دے دیا۔ انہوں نے نہ تو ہم سے کچھ پوچھا' نہ پاکستانی سفارت خانہ سے' نہ حکومت پاکستان سے اور نہ ہی کسی اور ذریعے سے اس کی تصدیق کی۔ بس مولانا موصوف کی درخواست پر اندھا اعتماد کر کے طلوع اسلام کو کافر' مرتد اور خارج از اسلام قرار دے دیا۔ ہم اس رویے پر سوائے افسوس کے کیا کر سکتے ہیں۔

یاد رہے کہ طلوع اسلام ایک علمی و تحقیقی ادارہ ہے' یہ نہ تو مذہبی فرقہ ہے اور نہ سیاسی جماعت۔ اس لئے اس کے اپنے کوئی بھی مخصوص عقائد و نظریات نہیں۔ اس پر کسی خاص فرقہ کا لیبل چسپاں کرنا یا اس سے مخصوص عقائد و نظریات منسوب کرنا سراسر زیادتی ہو گی۔ طلوع اسلام اختلاف رائے کا تو احترام کرتا ہے لیکن اختلاف عمل کو قطعی برداشت نہیں کرتا۔ یہ اختلاف رائے کے باوجود امت کے اجتماعی تعامل میں برابر کا شریک ہے۔ اس نے اپنی پچاس سالہ زندگی میں آج تک دو اینٹ کی الگ مسجد نہیں بنائی' اور نہ ہی ارکان دین میں رد و بدل کیا ہے۔ طلوع اسلام کے پلیٹ فارم سے کبھی ایسی باتوں کا چرچا نہیں کیا جاتا کہ فلاں کی نماز صحیح ہے اور فلاں کی غلط' فلاں کا حج ہوا ہے اور فلاں کا نہیں۔ فلاں مسلک کا آدمی کافر ہے اور فلاں کا مومن' قربانی کرنا ثواب ہے یا گناہ! فہم دین کے سلسلے میں ہم جو کچھ پیش کرتے ہیں وہ ایک انسانی کوشش ہے اور ہم سب جانتے ہیں کہ کوئی بھی انسانی کوشش سہو و خطا سے منزہ نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ طلوع اسلام نے کبھی اپنی بات پر اصرار نہیں کیا۔ ہم ہمیشہ اپنی رائے قرآن کی سند کے ساتھ پیش کرتے ہیں اور اگر کوئی ہمیں ہماری غلطی پر متنبہ کرتا ہے تو ہم اپنی رائے سے رجوع کرنے میں ذرہ بھر بھی تامل نہیں کرتے بشرطیکہ اس کی سند قرآن ہو۔ ہماری کوشش ہوتی ہے کہ قرآن حکیم اور اسوہ رسولؐ سے بہترین راہنمائی حاصل کریں اور معاشرے میں ایسا خوشگوار ماحول پیدا کریں جس میں ہماری آئندہ نسلیں پروان چڑھ کر شرف انسانیت کا حسین پیکر بن جائیں۔

حقیقت یہ ہے کہ طلوع اسلام کا نقطہ نظر بالکل واضح ہے لیکن بدقسمتی سے ہمارے ہاں کے کچھ مذہبی حلقے اسے کھلے دل و دماغ کے ساتھ سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے۔ اس طرح وہ خود بھی غلط فہمی کا شکار ہوتے ہیں اور اپنے ساتھ دوسروں کو بھی غلط فہمی میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ کویت کی وزارت اوقاف کو جو معلومات فراہم کی گئیں وہ مولانا صاحب کے ذاتی فہم کا نتیجہ تھیں۔ اس کا اعتراف انہوں نے اپنی درخواست میں بھی کیا ہے۔ آپ نے پرویز صاحب کی چند کتب کا مطالعہ کیا اور ان سے جو کچھ سمجھا اس کا خلاصہ وزارت اوقاف کے سامنے پیش کر دیا۔ صاحب علم حضرات جانتے ہیں کہ کسی کتاب کا مفہوم بیان کرنا کس قدر مشکل اور نازک کام ہوتا ہے۔ اس میں بہت سے عوامل اثرانداز ہوتے ہیں۔ خاص طور پر متعلقہ شخص کی علمی استعداد' ذہنی رجحان' قلبی لگاؤ' نگاہ کی وسعت اور ذاتی مفادات و ترجیحات کا بڑا دخل ہوتا ہے۔ مولانا صاحب نے جو مفاہیم بیان کئے ہیں ان سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں نے محترم پرویز صاحب کے لٹریچر کا مطالعہ ٹھنڈے دل دماغ سے نہیں کیا۔ علامہ پرویز کوئی عام شخصیت نہیں ہیں۔ انہیں ملک کے اندر اور باہر ایک دنیا جانتی ہے۔ ان کے شاگردان رشید کی

ایک کثیر تعداد اہم مناصب پر فائز ملک و قوم کی خدمت کر رہی ہے۔ ان کے فہم دین کا احترام نہ صرف دین و دانش کی دنیا میں ہوتا ہے بلکہ اہل سیاست بھی ان کی فکر کی ضوفشانیوں سے اپنی راہیں روشن کرتے ہیں۔ وہ تحریک پاکستان کے سرگرم کارکن تھے۔ ان کا شمار قائداعظم اور علامہ اقبال کے قریبی ساتھیوں میں ہوتا تھا۔ انہوں نے اپنی زندگی کے پچاس قیمتی سال قرآن کے درس و تدریس میں صرف کئے۔ پچاس سے زائد کتب تصنیف کیں اور اپنے پیچھے ایک وسیع و عریض علمی میراث چھوڑی۔ ان کی کتب کی حفاظت، اور نشرواشاعت کا کام طلوع اسلام ٹرسٹ (رجسٹرڈ) اور ادارہ طلوع اسلام (25 بی' گلبرگ 2' لاہور) کرتا ہے۔ اس وقت یہ کتب پاکستان کے تمام بڑے شہروں میں دستیاب ہیں۔ اس کے علاوہ دنیا کے دیگر ممالک میں مقیم پاکستانی بھی انہیں منگواتے اور شوق سے پڑھتے ہیں۔ پاکستان کے اندر اور باہر جتنے بھی جید اور ممتاز علماء دین (دو رکعت کے امام نہیں) مفکر' دانشور اور دیگر صاحب علم ہستیاں ہیں ان کی اکثریت پرویز صاحب کے لٹریچر سے متعارف ہے اور دل و جان سے اس کا احترام کرتی ہے۔ مزید برآں جو ادارے اس لٹریچر کی نشرواشاعت کے ذمہ دار ہیں وہ کوئی خفیہ ادارے نہیں اور نہ ہی وہ زیر زمین کام کرتے ہیں۔ ان کے دفاتر ہر شہر میں معروف جگہوں پر قائم ہیں۔ خود طلوع اسلام ٹرسٹ اور ادارہ طلوع اسلام کی عمارت لاہور کے معروف ترین علاقہ گلبرگ میں واقعہ ہے۔ اس کے شمال میں جماعت اسلامی کا ہیڈ کوارٹر منصورہ ہے' جنوب میں ڈاکٹر اسرار کی تنظیم اسلامی' مشرق میں منہاج القرآن اور مغرب میں تبلیغی جماعت کا گڑھ رائے ونڈ ہے۔ یہ سب جماعتیں پاکستان کی منظم اور مضبوط ترین مذہبی جماعتیں تسلیم کی جاتی ہیں جن کا بنیادی فریضہ اسلام کے ارکان کی حفاظت کرنا ہے۔ یہ جماعتیں ہمہ وقت ابابیل کی طرح چوکس رہتی ہیں کہ کہیں پھر سے کوئی ابرہہ پیدا نہ ہو جائے ! مولانا صاحب اور ان کے ہمنوا علماء نے طلوع اسلام پر الزامات لگائے ہیں' ہم ان کی تفصیلی بحث میں نہیں جانا چاہتے اور نہ ہی روزنامہ اوصاف اس بحث کیلئے صحیح مقام ہے۔ ہم صرف اتنا پوچھنا چاہتے ہیں کہ اگر یہ خرافات جن کا ذکر فتویٰ میں کیا گیا ہے' درست ہیں اور طلوع اسلام کے لٹریچر میں فی الواقعہ پائی جاتی ہیں تو کیا حکومت پاکستان ان کا نوٹس نہ لیتی؟ اور کیا یہ مذہبی جماعتیں جو طلوع اسلام کے گردونواح میں جال کی طرح پھیلی ہوئی ہیں اسے برداشت کر سکتی تھیں؟ کیا یہ ثبوت کافی نہیں کہ پاکستان جیسے متشدد مذہبی ماحول میں ایک جماعت گذشتہ پچاس سال سے قائم ہے' کھلے بندوں تبلیغ دین کا فریضہ سرانجام دے رہی ہے اور آج تک نہ تو کسی نے اسے پتھر مارا' نہ تالا توڑا نہ ہی آگ لگائی اور نہ ہی کبھی اس پر کوئی پابندی عائد ہوئی۔ یقیناً یہ سب حقائق اس بات کا بین ثبوت ہیں کہ طلوع اسلام ایک صالح' راست گو اور امن پسند دینی ادارہ ہے۔ قرآن کی خالص تعلیمات کا امین ! ناموس رسالتؐ کا نڈر سپاہی اور امت مسلمہ کا سچا اور مخلص خیر خواہ ! خدا کی صراط مستقیم اور حبیب خدا کے نقوش پا پر ٹھیک ٹھیک قدم رکھ کر خود بھی چلتا ہے اور اپنے ساتھ دوسروں کو بھی یہی دعوت دیتا ہے۔

طلوع اسلام اپنی دعوت علیٰ وجہ البصیرت پیش کرتا ہے۔ ضد اور ہٹ دھرمی' دھونس دھاندلی' خوف و طمع سے کام نہیں لیتا۔ اصول و قواعد کی بات کرتا ہے' عقائد و نظریات کی بحثوں سے اجتناب کرتا ہے۔ اس کے نزدیک حق کی دلیل مطلوبہ نتائج ہوتے ہیں۔ جیسے آفتاب آمد دلیل آفتاب ! طلوع اسلام معاشرے میں عقائد و نظریات نہیں پھیلانا چاہتا بلکہ وہ نتائج حاصل کرنا چاہتا ہے جن کا وعدہ خدا اور رسولؐ نے کر رکھا ہے۔ خدا اور رسولؐ کی تعلیمات سے واضح ہے کہ اگر ہم ان کے مطابق زندگی بسر کریں گے تو معاشرے میں اتحاد و یک جہتی پیدا ہو گی۔ امن و سلامتی کی فضا قائم ہو گی اور معاشرہ ترقی و خوشحالی سے ہمکنار ہو گا۔ اس طرح ہم دنیا کی مہذب اور عظیم قوم شمار ہوں گے۔ قرآن کہتا ہے کہ ہو نہیں سکتا کہ مسلمان دنیا میں ذلیل و خوار زندگی بسر کریں۔ وہ بھوک اور خوف کو خدا کا عذاب قرار دیتا ہے۔ آج دنیا میں مسلمانوں کی جو ابتر حالت

ہے اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ ہم خدا اور رسولؐ کے راستے سے بھٹک گئے ہیں۔ طلوع اسلام کوشش کر رہا ہے کہ یہ بھٹکا ہوا قافلہ واپس اپنی ڈگر پر آجائے۔

دین کے سلسلے میں طلوع اسلام پر جو الزامات لگائے جاتے ہیں وہ سب غلط فہمی کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ بدقسمتی سے ہمارے ہاں مذہبی معاملات میں اکثریت کی رائے سے اختلاف کو معیوب اور قابل نفرت سمجھا جاتا ہے۔ حالانکہ یہ چیز اسلام کی روح کے منافی ہے۔ ایسا نہیں ہونا چاہیئے۔ کیونکہ قرآن نے بھی باہمی مشاورت کا حکم دیا اور رسولؐ اللہ نے بھی اختلاف رائے کو رحمت قرار دیا ہے۔ اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ جب باہمی مشاورت ہو گی تو اختلاف رائے ہو گا اور جب اختلاف رائے ہو گا تو نئی نئی راہیں سامنے آئیں گی جو رحمت کا موجب بنیں گی۔ علوم و فنون کو فروغ حاصل ہو گا' معاشرہ فعال اور متحرک ہو گا اور انسان کی مضمر صلاحیتوں کی بھرپور نشوونما ہو گی۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا کے تمام مہذب اور ترقی یافتہ معاشروں میں اختلاف رائے کا شدت سے احترام کیا جاتا ہے۔ طلوع اسلام بھی اظہار رائے کی آزادی کا زبردست حامی ہے۔ مولانا زاہدالراشدی نے یہ جو الزام لگایا ہے کہ طلوع اسلام نے امت کے اجتماعی تعامل سے ہٹ کر راہ اختیار کی ہے وہ اس کے موقف کی صحیح ترجمانی نہیں ہے۔ دراصل مولانا موصوف اختلاف رائے اور اجتماعی تعامل میں جو لطیف فرق ہے اسے اچھی طرح سمجھ نہیں پائے۔ یہ دونوں الگ الگ باتیں ہیں۔ ہم واضح کر چکے ہیں کہ طلوع اسلام اختلاف رائے رکھنے کے باوجود امت کے اجتماعی تعامل میں یکساں طور پر شریک ہے۔ ان کا دوسرا الزام یہ ہے کہ قرآن کریم کے متن و الفاظ کے علاوہ اس کی تعبیر و تشریح میں رسولؐ اللہ کے جو ارشادات و توجیہات ہیں وہ پرویز صاحب اور طلوع اسلام کے نزدیک شرعی دلیل نہیں ہیں۔ یہاں پر بھی مولانا موصوف یا تو دانستہ جھوٹ بول رہے ہیں یا انہوں نے طلوع اسلام کا موقف صحیح طور پر سمجھا ہی نہیں۔ اس ضمن میں ہم طلوع اسلام کے موقف کو تفصیل سے پیش کرنے کی اجازت چاہیں گے۔ لیکن اس سے پہلے رہے کہ یہ مولانا حضرات جن باتوں کو رسولؐ اللہ کے اقوال ارشادات کہتے ہیں وہ دراصل آپؐ کے اپنے نہیں بلکہ ان طرف منسوب کیئے گئے ہیں۔ یہ وہ روایات ہیں جو مختلف راویوں کے ذریعے ہم تک پہنچی ہیں۔ اس لئے ان کا انکار رسول اللہ کا انکار نہیں کہلائے گا۔

ہمارا ایمان ہے کہ قرآن کریم خدا کی آخری کتاب اور حضورؐ اللہ کے آخری نبی ہیں۔ قرآن کریم کی خصوصیت یہ ہے کہ ایک طرف تو ان اصول و قوانین کو واضح کرتا ہے جن پر ایک صحت مند اور مستحکم معاشرے کی بنیاد قائم ہوتی ہے اور دوسری طرف حضورؐ کی اس بے مثال جدوجہد کا ذکر کرتا ہے جو آپؐ نے اس معاشرے کو تشکیل دینے کیلئے کی تھی۔ قرآن کے اس حصہ میں حضورؐ کی فہم و فراست' تدبر و حکمت' صبر و استقامت' عزم و استقلال اور جرات و بیباکی کے ان بیشمار واقعات کا تذکرہ ہے جو ہمارے لئے اسوہ حسنہ قرار دیئے گئے ہیں۔ قرآن میں جو کچھ بیان ہوا ہے اس میں ذرہ بھر شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ اس کے ایک ایک حرف پر ہمارا اٹل ایمان ہے۔ اس میں خدا کے احکام بھی ہیں اور اسوہ رسولؐ بھی شامل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسولؐ اللہ کی اطاعت کو اللہ کی اطاعت کے مترادف قرار دیا گیا ہے اور اللہ و رسولؐ کی اطاعت میں تفریق کو کفر سے تعبیر کیا گیا ہے۔ قرآن وحی خداوندی اور منزل من اللہ ہے۔ اس کی حفاظت کا ذمہ خود خدا نے لے رکھا ہے۔ اسے حضورؐ نے خود لکھوایا' ترتیب دیا اور امت کے حوالے کیا۔ یہ آج تک امت کے ہاتھوں میں روز اول کی طرح محفوظ چلا آرہا ہے اور اس کی صحت پر اسلام کے تمام فرقوں کا اتفاق ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس وقت پوری امت میں صرف ایک قرآن رائج ہے۔ اس کے برعکس احادیث کی یہ پوزیشن نہیں ہے۔ انہیں نہ تو حضورؐ نے محفوظ کر کے امت کو دیا نہ خلفائے راشدینؓ میں سے کوئی اور انہیں ضبط تحریر میں لایا۔ دراصل اس کی ضرورت ہی نہ تھی۔ کیونکہ اس عہد ہمایوں میں

تمام متنازعہ معاملات کے فیصلے قرآن کی روشنی میں کئے جاتے تھے۔ جن معاملات کی تفاصیل قرآن میں نہ ہوتیں انہیں باہمی مشاورت سے طے کر لیا جاتا تھا۔ ان کی ترویج و تنفیذ حالات و واقعات کے مطابق ہوتی تھی اور ان سے مقصد سماجی یک جہتی' معاشرتی استحکام' عوام کی خوشحالی اور ملک کی امن و سلامتی کا حصول تھا۔ انہیں ضبط تحریر میں اس لئے نہیں لایا گیا تھا کہ انسانی علم ارتقاء پذیر اور معاشرتی تقاضے تغیر پذیر ہیں۔ قرآن کا منشاء اور حضورؐ کی مرضی یہ تھی کہ جب کوئی متنازعہ فیہ معاملہ درپیش ہو تو اسے قرآن کے اصولوں اور باہمی مشاورت کی روشنی میں طے کیا جائے۔ لیکن بعد میں جب اسلام مذہب بن گیا' دین نہ رہا! خلافت ملوکیت میں بدل گئی! سرمایہ داروں اور مذہبی پیشواؤں نے عوام کو اپنے نرغے میں لے لیا تو اس وقت قرآن پر عمل کا یہ طریقہ کار جسے حضورؐ نے خود اختیار کیا اور امت کو اس کی تاکید کی تھی' نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔ خدا کے قوانین کی جگہ انسانی قوانین نے لے لی اور مفاد پرست طبقات نے ان قوانین کی آڑ میں عوام کا استحصال کرنا شروع کر دیا۔ قرآن چونکہ انسان کے بنائے ہوئے قوانین کی نفی کرتا ہے۔ لہٰذا' انہیں سہارا دینے کیلئے احادیث وضع کی گئیں۔

مسلم معاشرے میں انسان کے خود ساختہ قوانین کا نام و نشان تک نہیں ہونا چاہئے' اس میں صرف کتاب اللہ کی حکمرانی ہونی چاہئے۔ لیکن آج کوئی معاشرہ ان سے خالی نہیں۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ان باطل قوانین کو وضعی روایات نے سہارا دے رکھا ہے۔ انسان کے بنائے ہوئے قوانین حکمرانوں' سرمایہ داروں' اور مذہبی پیشواؤں کو آئینی تحفظ فراہم کرتے ہیں۔ جب انہیں قرآن کی رو سے چیلنج کیا جاتا ہے تو ان کا دفاع احادیث سے کیا جاتا ہے۔ آپ کسی بھی حکمران' سرمایہ دار یا مذہبی پیشوا سے پوچھیں کہ یہ جو تم لوگوں نے معاشرے میں طرح طرح کی ناہمواریاں پیدا کر رکھی ہیں' خود تو عیش و عشرت کی زندگی بسر کرتے ہو اور عوام کو افلاس و جہالت میں مبتلا کر رکھا ہے۔ یہ [illegible] حکم کی تعمیل ہو رہی ہے؟ یہ حضرات آپ کو قرآن کا حکم تو یقیناً نہیں بتا سکیں گے البتہ احادیث کا طومار باندھ دیں گے اور آپ لاجواب ہو جائیں گے۔ اگر آپ نے قرآن کی دلیل پر اصرار کیا تو پھر لامحالہ یہ آپ کو منکر حدیث قرار دیدیں گے۔ طلوع اسلام کے ساتھ بھی یہی کچھ ہو رہا ہے۔ طلوع اسلام نے مولانا زاہدالراشدی سے کہا تھا کہ اپنی بات کے ثبوت میں قرآن کی دلیل لائیں لیکن انہوں نے اس کے برعکس اجماع امت کی دلیل پیش کی۔ دراصل مذہب کے نمائندہ کے پاس اس کے علاوہ کوئی دوسری دلیل ہی نہیں ہوتی۔ آپ کسی ہندو سے یہ پوچھیں کہ تم گائے کو ماں سمجھتے ہو اس کی کیا دلیل ہے؟ وہ کہے گا کہ اس پر اجماع امت ہے۔ آپ کسی سکھ سے پوچھیں کہ یہ جو تم نے اپنے آپ کو عذاب میں مبتلا کر رکھا ہے اور بال نہیں کٹواتے ہو اس کی کیا وجہ ہے؟ وہ بھی کہے گا کہ اس پر اجماع امت ہے۔ آپ عیسائی سے پوچھیں کہ تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہتے ہو' تمہارے پاس اس کی کیا دلیل ہے؟ وہ بھی کہے گا کہ اس پر امت کا اجماع ہے۔ قرآن نے اس دلیل کی سختی سے تردید کی ہے اور کہا ہے کہ کسی بات کی صداقت کا یہ ثبوت ہرگز نہیں ہو سکتا ہے کہ اس پر اجماع امت ہے۔ کسی بات کی صداقت کا ثبوت یہ ہے کہ وہ کس قدر نوع انسانی کیلئے منفعت بخش ہے۔ وضعی احادیث نے مسلم معاشرے کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا ہے اور پہنچا رہی ہیں۔ ان کی وجہ سے ملت اسلامیہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی ہے۔ امت میں جتنی فرقہ بندی ہے اس کی بنیاد وضعی احادیث ہیں۔ انہی کی بنا پر مسلم معاشرے میں سرمایہ داری اور جاگیرداری کی لعنت نے فروغ حاصل کیا ہے اور سب سے بڑا ظلم یہ ہوا کہ یہ احادیث قرآن کی راہ میں روک بن کر کھڑی ہو گئیں۔ قرآن کے مفاہیم کی وسعتوں اور ہمہ گیر معنویت کو محدود کر کے رکھ دیا۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ان مسائل پر قابو پانے کیلئے حضورؐ کی اصل سنت کو زندہ کیا جائے اور وہ سنت یہ ہے کہ ہر اختلافی معاملے میں کتاب اللہ کی طرف رجوع کیا جائے اور وہیں سے راہنمائی حاصل کی جائے۔ جو باتیں حضورؐ

کی طرف منسوب کی جاتی ہیں۔ ان کا جائزہ بھی اسی اصول کے مطابق کیا جائے۔ جو احادیث قرآن کے مطابق ہوں انہیں اختیار کیا جائے اور جو اس کے خلاف ہوں رد کر دیا جائے۔ محدثین کرام نے بھی یہی طریقہ کار اختیار کیا تھا۔ ان کی وفات کے بعد ایک ہزار سال سے زائد عرصہ بیت چکا ہے۔ کون دعویٰ کر سکتا ہے کہ اتنے لمبے عرصہ کے دوران ان میں کوئی رد و بدل یا حک و اضافہ نہیں ہوا ہو گا۔ یہ کتاب اللہ تو نہیں کہ جن کی حفاظت کا حتم و یقین کے ساتھ اقرار کیا جائے۔ جس انداز میں یہ جمع کی گئی ہیں وہ بنفسہ قابل اعتراض ہے۔ انہیں حضورؐ کی وفات کے تقریباً اڑھائی سو سال بعد امام بخاریؒ امام مسلمؒ اور دیگر محدثین نے سنی سنائی باتوں سے جمع کیا اور پھر اپنی فہم و فراست کے مطابق چھان بین کر کے کچھ کو صحیح قرار دیا اور کچھ کو غلط۔ امام بخاریؒ نے چھ لاکھ میں سے 2762 کو منتخب کیا اور امام مسلمؒ نے تین لاکھ میں سے 4348 کو منتخب کیا۔ اسی طرح دیگر محدثین نے بھی احادیث کی کثیر تعداد کو رد کیا۔ رد و قبول کے اس طریقہ کار میں صحت کا امکان کم اور مغالطے کا امکان زیادہ پایا جاتا ہے۔ خود محدثین نے واضح کیا ہے کہ احادیث کے ضمن میں حسن ظن سے کام نہیں لینا چاہئے۔ لہٰذا' ہر مسلمان کو سوچ سمجھ کر بات کرنی چاہئے۔ اللہ و آخرت پر ہمارا ایمان ہے اور سب نے ایک دن اللہ کے حضور پیش ہونا ہے۔ طلوع اسلام نے اگر کفر کی راہ اختیار کر رکھی ہے تو یہ راہ اسے کبھی جنت میں نہیں لے جائیگی اور جو لوگ اس پر جھوٹے الزامات اور تہمتیں لگاتے ہیں وہ بھی اپنا انجام سوچ لیں۔ ہمارا عمل خدا کی نگاہ میں ہوتا ہے اور اس کے فرشتے ہر وقت ہماری نگرانی کرتے ہیں۔

طلوع اسلام ہر فرد کی رائے کا احترام کرتا ہے۔ ہمیں اختلاف رائے سے دکھ نہیں ہوتا لیکن خدا کیلئے جھوٹ نہ بولا کریں۔ اس سے ہمیں بھی دکھ ہوتا ہے اور آپ کی اپنی ذات کو بھی نقصان پہنچتا ہے۔ کویت کی وزارت اوقاف نے نہ تو طلوع اسلام پر کوئی پابندی لگائی ہے اور نہ ہی یہاں کوئی شرعی کورٹ ہے۔ طلوع اسلام کے تمام پروگرام حسب حال جاری ہیں۔ ہر جمعتہ المبارک کو صبح ساڑھے نو بجے بزم کے دفتر میں حسب معمول درس قرآن ہوتا ہے۔ دینی اور قومی تہواروں کے موقعہ پر شاندار تقریبات منعقد کی جاتی ہیں۔ رفاہ عامہ کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا جاتا ہے۔ حال ہی میں کوسوو کے مسلمانوں کیلئے عطیات اکٹھے کر کے حلال احمر سوسائٹی کویت کے حوالے کئے ہیں۔ اسی طرح بزم کویت پاکستانی سکولوں کے ذہین طلباء کو وظائف دیتی ہے۔ مریضوں' ناداروں اور بیواؤں کی اخلاقی اور مالی امداد کرتی ہے اور مقامی طور پر فعال دیگر پاکستانی سماجی اور سیاسی تنظیموں کے ساتھ تعاون کرتی ہے۔ بزم کے رفاہی اور اصلاحی کاموں کو ہر شخص قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ طلوع اسلام جو بھی کام کرتا ہے اس میں اس کا اپنا کوئی ذاتی مفاد پوشیدہ نہیں ہوتا۔ ہم ہر کام منفعت عامہ کے نقطہ نظر سے پورے خلوص اور دیانتداری کے ساتھ کرتے ہیں۔ شائد اسی جرم کی ہمیں سزا مل رہی ہے کیونکہ مذہب میں سچ بولنے کا چرچا تو بہت کیا جاتا ہے لیکن سچ بولنے والے کو اچھا نہیں سمجھا جاتا۔

والسلام

بشیر احمد عابد

ممبر طلوع اسلام ٹرسٹ بورڈ (لاہور)

نائب نمائندہ بزم طلوع اسلام کویت

حقیقت خرافات میں کھو گئی

یہ امت روایات میں کھو گئی

(اقبالؒ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

واری جاواں!

(حضرت مولانا' قاضی عبداللطیف صاحب روزنامہ اوصاف میں رقمطراز ہیں)

اسلام اور مسلمانوں کے اسلامی جذبات کا مقابلہ کرنے کیلئے جب انگریزوں کے خودساختہ نبی غلام احمد قادیانی کا مشن ناکام ہوا تو برطانوی حکومت کو نئے انداز سے کسی اور ملحد کی خدمات کی ضرورت پیش آئی جو اسلام کے دعوے کے ساتھ مسلمانوں کو اسلام کے بنیادی عقائد سے بدظن کر کے اسلام کے حلیہ کو بگاڑنے کیلئے غلام احمد قادیانی کے مشن کی تکمیل کر سکے۔ اس دجالانہ کارکردگی کیلئے قادیانی دجال کے ہم نام انگریز کے محکمہ اطلاعات کے ملازم غلام احمد پرویز جو انکار حدیث کے ملحدانہ نظریات کی بناء پر ملحدین کی قیادت پر شہرت حاصل کر چکا تھا یہ کام سپرد کیا گیا۔ تقسیم ہند کے بعد بھارت کے پنڈتوں اور پاکستان کے لادین عناصر اور کمیونسٹوں کو خصوصاً علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی مرتب کردہ قرارداد مقاصد پاکستان کے وزیراعظم جناب لیاقت علی خان کے ایماء پر دستور ساز اسمبلی میں پاس ہونے کے بعد بجا طور پر یہ سنگین خطرہ محسوس ہوا کہ پاکستان اگر واقعتاً اپنے نعرے کہ (پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ) کے مطابق قرارداد مقاصد کی روشنی میں صحیح اسلامی مملکت بن جاتا ہے تو قدرتی جغرافیائی محل وقوع مادی وسائل سے مالا مال غیر متبدل مستحکم اسلامی نظریات کا حامل نہ صرف عالم اسلام بلکہ تیسری دنیا کی قیادت کا علمبردار ہو گا۔ اس خطرہ کے ازالہ کیلئے پنڈت جواہر لال نہرو نے غلام احمد پرویز کو پاکستان جانے کی ہدایت کی۔ پاکستان کے کمیونسٹوں اور لادین عناصر نے دل و جان سے اس کا خیر مقدم کیا اور ملحدین کے سرخیل سکندر مرزا نے کھل کر کہا تھا کہ مشرقی پاکستان کو کمیونزم اور مغربی پاکستان کو مذہبی جنون سے خطرات لاحق ہیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ ان مولویوں کو چاندی کی کشتی میں بٹھا کر ملک بدر کیا جائے گا اور اپنے مذموم ارادوں کو عملی جامہ پہنانے کیلئے ایک طرف تو ایوبی لاء کی سازش کر کے اسلامی دفعات کے متحمل دستور کو سبوتاژ کیا گیا دوسری جانب رئیس الزنادقہ غلام احمد پرویز جو انکار حدیث کے الحاد سے شہرت حاصل کر چکا تھا اور جسے دنیا بھر کے اسلام دشمن عناصر کی سپورٹ حاصل تھی کی رہنمائی حاصل کرنے کیلئے رسم و راہ ہموار کی۔ چنانچہ پرویز نے اپنے مرتب کردہ معارف القرآن کی ج م 263' 624 کے حوالہ سے ان کی مشکل آسان کر دی کہ قرآن میں جہاں اللہ اور رسولؐ کا ذکر آیا ہے اس سے مراد مرکز نظام حکومت ہے۔

نمبر2- یہ بالکل واضح ہے کہ اللہ و رسولؐ سے مراد مرکز حکومت ہے۔

نمبر3- قرآن کریم میں مرکز ملت کو اللہ اور رسولؐ کے الفاظ سے تعبیر کیا گیا ہے ج 631/4 پرویز کے جعلی اسلام کے اس مشرکانہ اصول نے سکندر مرزا لابی کو اسلام کے نام پر اپنی خواہشات کے مطابق قانون سازی کا راستہ ہموار کر دیا۔ مرکزی حکومت نے خدا اور رسول کے اختیارات حاصل کر کے اپنے کفریہ افکار اور خیالات کو اسلام کے نام پر استعمال کرنا شروع کر دیا۔ اہل علم سے یہ پوشیدہ نہیں کہ پرویز کے کفر کے لئے صرف یہی ایک مشرکانہ دفعہ ہی کافی ہے جس کی بنیاد پر اس نے اپنے ساری جعلی اسلام کی عمارت استوار کی۔

وہ نظام ربوبیت کے ص 25 میں تصریح کرتا ہے کہ (نعوذ باللہ) قرآن عبوری دور کے لئے تھا۔

مارشل لاء کے ذریعہ مسلط شدہ صدر ایوب خان نے انہیں خرافات کے تحت اسلامی نصوص کے صریح خلاف مسلم عائلی قوانین اور مسلم اوقاف کا اجراء کر کے خدا اور رسول کی دشمنی مول لی اور پرویز کے خود ساختہ اسلام کو حقیقی اسلام کے نام پر ہضم کرانے کی کوشش کی لیکن سوائے ذلت اور رسوائی کے کچھ ہاتھ نہ آسکا۔

(روزنامہ اوصاف مورخہ 11 مئی 99ء)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رشید احمد (سوات)

غلام احمد پرویز، پاکستان اور اسلام

(مولانا قاضی عبداللطیف صاحب کی خدمت میں)

11 مئی 99ء کے روزنامہ اوصاف میں مولانا قاضی عبداللطیف صاحب کا مضمون بعنوان "مولانا احمد علی سراج کی ایک بڑی کامیابی" پڑھا۔ مضمون میں بانی تحریک طلوع اسلام علامہ غلام احمد پرویز مرحوم پر جو الزام تراشیاں کی گئیں ہیں اور ان کو جو غلیظ گالیاں دی گئیں ہیں ان کے جواب میں تو سورۃ فرقان کی یہ آیت ہی کافی ہے کہ وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا" ○ (25:63)- یعنی جب ان سے جاہل لوگ مخاطب ہوتے ہیں تو وہ سلما" کہہ دیتے ہیں۔ لیکن مذکورہ مضمون میں قاضی عبداللطیف صاحب نے جس طرح تاریخی حقائق کو مسخ کیا ہے اس پر خاموشی اختیار کرنا خود تاریخ کے ساتھ زیادتی اور ناانصافی ہو گی۔

قاضی عبداللطیف صاحب کے مضمون کے قابل غور نکات حسب ذیل ہیں۔

(1) پرویز، مرزا غلام احمد قادیانی کے متبادل کے طور پر سامنے آئے۔

(2) پرویز، پنڈت نہرو کے کہنے پر پاکستان (سازشاً) آئے۔

(3) پرویز کیونکہ انگریز حکومت کے ملازم تھے لہٰذا انگریزوں کے ایجنٹ تھے۔

(4) پرویز نے پاکستان کے حکمرانوں "سکندر مرزا اور ایوب خان وغیرہ" کو "مرکز ملت" قرار دے کر ان کی اطاعت کو اللہ اور رسول کی اطاعت قرار دیا۔

مندرجہ بالا نکات حقائق کے اتنے منافی ہیں کہ ہر ایک نکتہ کی تردید میں الگ الگ کتاب تصنیف کی جا سکتی ہے لیکن یہاں گنجائش کی کمی کے پیش نظر تمام نکات پر باری باری مختصر روشنی ڈالی جا رہی ہے۔

(1) غلام احمد پرویز ہی وہ شخصیت ہے جس کی بیان کردہ تعریف نبوت نے 1935 میں بہاولپور کے ایک جج کو ایک دیوانی مقدمہ میں قادیانی کو کافر لہٰذا دائرہ اسلام سے خارج قرار دینے پر آمادہ کیا۔ علامہ غلام احمد پرویزؒ ایک سچے عاشق رسولؐ تھے جس کا ثبوت سیرت رسولؐ پر ان کی ضخیم کتاب "معراج انسانیت" ہے جس میں حضور نبی اکرمؐ کی حیات طیبہ کے ایک ایک گوشے پر قرآن حکیم کی روشنی ڈالی گئی ہے۔ اگر قاضی عبداللطیف صاحب تعصب کی روایتی عینک اتار کر ادارہ طلوع اسلام کی طرف سے شائع کردہ کتاب "ختم نبوت اور تحریک احمدیت" کا مطالعہ کرتے تو وہ پرویز مرحوم پر "مرزا غلام احمد قادیانی کے متبادل" کا الزام کبھی نہ لگاتے کیونکہ اس کتاب میں قرآنی تعلیمات کی روشنی میں ختم نبوت پر ایسے قاطع دلائل دیئے گئے ہیں جن کے مطالعے کے بعد ایک قادیانی خود کو کبھی مسلمان کہنے کی جرات نہیں کر سکتا۔

(2) علامہ پرویز مرحوم ہندوؤں کے بارے میں کیا نکتہ نظر رکھتے تھے اور انہوں نے ہندو کی اصلیت کو کس طرح بے نقاب کیا تھا؟ اگر ان حقائق کو جاننے کیلئے قاضی عبداللطیف صاحب آج بھی ادارہ طلوع اسلام کے شائع کردہ پمفلٹ "ہندو کیا ہے اور کیا کرنا چاہتا ہے؟" کا مطالعہ کرنے کی زحمت گوارا فرمائیں تو ان کو شائد خود اپنے اس الزام کی تردید کرنا پڑے کہ "پرویز پنڈت نہرو کے کہنے پر پاکستان آئے"۔ قاضی عبداللطیف صاحب کے

ہم مسلک "اکابرین دیو بند" تو ہندو اور مسلمان کو ایک ہی قوم کے افراد قرار دیکر دلیل دیا کرتے تھے کہ "قومیں اوطان سے بنتی ہیں" لیکن علامہ اقبالؒ نے اس دلیل کو رد کرتے ہوئے اعلان فرمایا تھا کہ

عجم ہنوز نہ داند رموزِ دیں ورنہ
ز دیوبند حسین احمد ایں چہ بوالعجبی است
سرود برسرِ منبر کہ ملت از وطن است
چہ بے خبرز مقامِ محمدؐ عربی است
بہ مصطفیٰؐ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی است

جبکہ اس کے مقابلے میں علامہ غلام احمد پرویز مرحوم نے مسلم لیگ کے دو قومی نظریہ کی تائید میں دینی محاذ سنبھالا تھا اور طلوع اسلام کی فائلیں اس حقیقت پر شاہد ہیں کہ قاضی عبداللطیف کے ہم مسلک علماء کانگرس کے ہمنوا تھے جبکہ علامہ غلام احمد پرویز قائداعظم محمد علی جناحؒ کے شانہ بشانہ جدوجہد کرتے رہے اور مرحوم پرویز کی انہی خدمات کے پیش نظر حکومت پنجاب نے 14 اگست 1989ء کو تحریک پاکستان گولڈ میڈل کا اعزاز (بعد از وفات) ان کی خدمت میں پیش کیا۔ لیکن اس کے باوجود اگر قاضی عبداللطیف صاحب علامہ پرویز کو ہندوؤں کا آلہ کار اور مولوی صاحبان کو تحریک پاکستان کے غازی قرار دیتے ہیں تو اس کے جواب میں بجز اس کے اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

(3) قاضی عبداللطیف صاحب کا یہ استدلال کہ "چونکہ پرویز صاحب انگریز حکومت میں ملازم تھے اس لئے وہ انگریزوں کے ایجنٹ تھے" سورج کو انگلی سے چھپانے کی ناکام کوشش ہے۔

اگر پرویز مرحوم انگریزوں کے خیر خواہ ہوتے تو وہ تحریک پاکستان کے ہراول دستے میں شامل ہونے کی بجائے مرزا غلام احمد قادیانی کی طرح انگریزوں کے مفادات کی خاطر جہاد کو منسوخ قرار دیتے لیکن اگر قاضی عبداللطیف صاحب جہاد کے بارے میں محترم پرویز کے قرآنی نظریات سے بے خبر ہوں تو ان کو پرویز مرحوم کی تصنیف "جہاد" کا مطالعہ ضرور کرنا چاہئے۔ اگر قاضی موصوف کا استدلال درست تسلیم کر لیا جائے تو ان کی نظر میں پھر دو قومی نظریے کے بانی سرسید احمد خان بھی انگریزوں کے ایجنٹ ہونگے کیونکہ وہ بھی انگریز حکومت کی ملازمت میں رہ چکے تھے نیز علامہ اقبال مرحوم کو بھی انگریز حکومت نے سر کا خطاب دیا تھا تو کیا قاضی عبداللطیف صاحب ان کو بھی انگریزوں کا ایجنٹ قرار دیں گے؟

قاضی عبداللطیف صاحب کی اطلاع کیلئے عرض ہے کہ علامہ پرویزؒ نے علامہ اقبالؒ اور قائداعظمؒ کے ایماء پر ماہنامہ طلوع اسلام جاری کیا جو آج تک باقاعدگی سے شائع ہو رہا ہے۔ ان کا شمار قائداعظمؒ کے بااعتماد ساتھیوں میں ہوتا تھا۔ ان کو دینی امور کے سلسلے میں قائداعظمؒ کے مشیر کی حیثیت حاصل تھی۔ قاضی عبداللطیف صاحب کے مندرجہ بالا الزام کے جواب میں قائداعظمؒ کا وہ خط حرف آخر ہے جو آپ نے 14 جون 1947ء کو علامہ پرویز مرحوم کے نام تحریر فرمایا تھا اور جس کو یہاں نقل کیا جا رہا ہے۔

Dear Mr. Parvez,

I thank you for your letter of 13th June. Will you please send me the names of those Who, you think, will be the real servants of our future secretariat?

ترجمہ:

ڈیئر مسٹر پرویز!

آپ کے 13 جون کے خط کا شکریہ۔ کیا آپ براہ کرم مجھے ان لوگوں کے نام ارسال فرمائیں گے جو آپ کے خیال میں ہمارے مستقبل کے سیکریٹریٹ کے حقیقی خادم ہوں؟

ان ناقابل تردید حقائق کے باوجود اگر قاضی عبداللطیف صاحب اپنی ضد پر اڑے رہتے ہیں اور محترم پرویز صاحب کو پھر بھی انگریزوں کا ایجنٹ ہی قرار دیتے ہیں تو پھر اسے جرات کا

مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے اکابرین کی پیروی میں۔قیام پاکستان کو بھی (خاکم بدہن) انگریزوں کی سازش قرار دینا چاہیے۔

(4) علامہ پرویز مرحوم نے کبھی یہ نہیں کہا کہ ہر مسلمان سربراہ حکومت یا سربراہ مملکت مرکز ملت یا خدا اور رسولؐ کے اختیارات کا حامل ہوتا ہے نہ ہی انہوں نے کبھی سکندر مرزا یا ایوب خان کو مرکز ملت قرار دیا ہے۔ یہ پرویز صاحب پر ایک بے بنیاد الزام اور "**بہتان عظیم**" ہے۔ پرویز صاحب نے اگر کچھ کہا ہے تو وہ صرف اتنا ہے کہ انہوں نے "**اطیعوا اللّٰہ واطیعوا الرسول**" کا قرآنی مفہوم واضح کیا ہے۔ یعنی یہ کہ ان الفاظ سے مراد دو الگ الگ اطاعتیں نہیں بلکہ یہ ایک ہی اطاعت کا جامع مفہوم ہے۔ رسول لوگوں کے سامنے اپنے قوانین پیش نہیں کرتا بلکہ وہ خدا کے عطا فرمودہ قوانین کو لوگوں کے سامنے پیش بھی کرتا ہے اور ان قوانین کو نافذ کرنے والی پہلی اتھارٹی بھی رسول خود ہوتا ہے۔ اسی لحاظ سے رسول اللہؐ پہلے مرکز ملت تھے اور آپؐ کی اطاعت سے مراد تھی "**اطیعوا اللّٰہ و اطیعوا الرسول**" آپؐ کی وفات کے بعد خلفائے راشدینؓ کو یہی حیثیت حاصل تھی یعنی ہر ایک خلیفہ راشدؓ اپنے وقت کا مرکز ملت تھا۔ اگر یہ سلسلہ اسی طرح آگے چلتا تو پھر مرکز ملت کی اصطلاح سمجھنے میں کوئی ابہام نہ رہتا لیکن بدقسمتی سے خلفائے راشدینؓ کے بعد دین حق ایک بے روح مذہب میں بدل گیا۔ آج بھی اگر حضورؐ اور خلفائے راشدینؓ کی حکومتوں کی طرز پر حقیقی قرآنی حکومت وجود میں آجائے تو اس حکومت کی مرکزی اتھارٹی "مرکز ملت" کہلانے کی مستحق ہو گی بشرطیکہ حکومت، قرآنی اصول و اقدار کے عین مطابق اور سربراہ حکومت قرآن کا چلتا پھرتا نمونہ ہو۔ لہٰذا پرویز صاحب نے سکندر مرزا اور ایوب خان سمیت کسی بھی حکمران وقت کو مرکز ملت قرار نہیں دیا یہ ان پر بہتان عظیم ہے۔ جبکہ اس کے برعکس قاضی عبداللطیف صاحب کے ہم مسلک مولوی صاحبان جمعے کی نماز سے قبل ہر منبر سے یہ الفاظ دہراتے ہیں کہ "**السلطان المسلم ظل اللّٰہ فی الارض من اہان السلطان فقداھانہ اللّٰہ**" یعنی مسلم حکمران زمین پر خدا کا سایہ ہے۔ جس نے حکمران کی اطاعت کی اس نے درحقیقت خدا کی اطاعت کی۔

ان الفاظ کی رو سے تو ہر مسلم حکمران چاہے وہ کسی بھی دور میں ہو خدائی اختیارات کا حامل بن جاتا ہے۔ اب سوچئے کہ ایوب خان اور سکندر مرزا کی اطاعت کو خدا اور رسول کی اطاعت کون قرار دیتا ہے پرویز صاحب یا قاضی عبداللطیف اور ان کے ہم مسلک مولوی صاحبان؟

ناطقہ سربگریباں کہ اسے کیا کہئے

آخر میں کویت کے حوالے سے طلوع اسلام اور علامہ پرویز مرحوم پر کفر کے فتوؤں کا ذکر ضروری ہے جس پر قاضی عبداللطیف صاحب نے سارا زور قلم صرف فرمایا ہے۔ اس سلسلے میں، میں قاضی عبداللطیف صاحب سے یہ سوال کرتا ہوں کہ کیا وہ مسلمانوں کے کسی ایسے فرقے کی نشاندہی کر سکتے ہیں جس پر کفر کا فتویٰ نہ لگایا گیا ہو۔ خود ان کا فرقہ بھی فتوؤں کی زد سے محفوظ نہیں رہا ہے۔ اگر اس بارے میں انہیں کوئی شبہ ہو تو براہ کرم ادارہ طلوع اسلام کے شائع کردہ پمفلٹ "کافر گری" کا مطالعہ کر لیں۔ جہاں تک علماء کی طرف سے مشترکہ و متفقہ فتوؤں اور کویت کے فتویٰ بورڈ کے فیصلوں کا تعلق ہے تو اس سلسلے میں عرض یہ ہے کہ باطل کی کثیر تعداد اور ان کا اجتماع، حق کی حیثیت پر اثر انداز نہیں ہو سکتا اور نہ ہی کسی مستبد قوت کا جابرانہ فیصلہ حق و باطل کی حیثیتوں کو بدل سکتا ہے۔ وہ حق ہی کیا جس کے مقابلے میں باطل قوتیں ایڑی چوٹی کا زور نہ لگائیں اور جس کے خلاف اوچھے ہتھکنڈے استعمال نہ ہوں۔ یہ سلسلہ ازل سے چلا آرہا ہے بقول اقبال

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغِ مصطفویؐ سے شرارِ بولہبی

لیکن خدا کا اٹل قانون ہے کہ "**اِنَّ الْبَاطِلَ کَانَ زَھُوْقًا**" (17:81)- یعنی آخر الامر باطل کو شکست ہو گی اور حق غالب آئے گا۔

PAMPHLETS -- پمفلٹس

ادارہ طلوع اسلام دینی موضوعات پر پمفلٹس شائع کرتا رہتا ہے۔ مندرجہ ذیل پمفلٹس دو روپے فی پمفلٹ کے حساب سے ڈاک ٹکٹ بھجوا کر طلب فرمائیں۔

1. اسلام کیا ہے؟
2. الزکوٰۃ
3. کیا قائداعظمؒ پاکستان کو سیکولر سٹیٹ بنانا چاہتے تھے؟
4. کافر گری
5. سوچیو (سندھی)
6. سوچا کرو
7. اسلام ہی کیوں سچا دین ہے؟
8. الصلوٰۃ
9. مرض تشخیص اور علاج
10. مقام اقبالؒ
11. دو قومی نظریہ
12. روٹی کا مسئلہ
13. جہاں مارکس ناکام رہ گیا
14. حرام کی کمائی
15. مرزائیت اور طلوع اسلام
16. مقام محمدی ﷺ
17. خدا کی مرضی
18. دعوت پرویز کیا ہے؟
19. فرقے کیسے مٹ سکتے ہیں؟
20. قرآن کا سیاسی نظام
21. ہیں کواکب کچھ نظر آتے ہیں کچھ
22. Islamic Ideology
23. آرٹ اور اسلام
24. احادیث کا صحیح ترین مجموعہ
25. ماڈرن تنگ اور قرآن
26. ہم میں کریکٹر کیوں نہیں؟
27. عالمگیر افسانے
28. عورت قرآن کے آئینے میں
29. اندھے کی لکڑی
30. بنیادی حقوق انسانیت اور قرآن
31. قرآن کا معاشی نظام
32. قوموں کے تمدن پر جنسیات کا اثر
33. اسلام آگے کیوں نہ چلا؟
34. اسلامی قوانین کے راستے میں کون حائل ہے؟
35. Is Islam a Failure?
36. Why Islam is the Only True Deen?

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ناصر عالم۔ منگورہ' سوات

انتظار --- کس کا؟

گذشتہ اکیاون سالوں سے پاکستانی قوم کے ساتھ جو کچھ ہو رہا ہے-- وہ ہم پر مسلط شدہ اس فرسودہ نظام کے عین مطابق-- ہو رہا ہے۔ ہمارے موجودہ نظام کا تقاضا یہی ہے کہ قوم کے باصلاحیت طبقے سے صلاحیتیں چھین لی جائیں' قوم کا بری طرح استحصال کیا جائے اور اسے ایسے گھمبیر مسائل میں پھنسایا اور الجھایا جائے کہ--- اس قوم کی توجہ اپنے آپ کے علاوہ کسی اور سمت مبذول نہ ہو سکے---- اور یہی کچھ آج سے ہزاروں سال پہلے نظام فرعونیت میں بھی ہو رہا تھا-- فرعون نے بھی جب محسوس کیا کہ اب اس کی حکومت کا شیرازہ بکھرنے والا ہے تو اس نے اپنے حمایتی ٹولے کو متحرک کر دیا اور اسے یہ مشن سونپ دیا کہ وہ رعایا میں موجود باصلاحیت لوگوں کی صلاحیتیں سلب کر لے اور بے صلاحیت طبقہ کو آگے بڑھا دے جو کہ نہ گھر کا ہو نہ گھاٹ کا کہ اسی میں نظام فرعونیت کی کامیابی و کامرانی کا راز پوشیدہ ہے اور اسی میں غیرقرآنی نظام کی بھلائی ہے---!! اور آج ہزاروں سال بعد گذشتہ اکیاون سالوں سے تاریخ دوبارہ پاکستان میں اپنے آپ کو دہرا رہی ہے---! قوم کے باصلاحیت لوگوں سے ان کی صلاحیتیں چھینی جا رہی ہیں اور بے صلاحیت طبقہ کو آگے بڑھایا جا رہا ہے جو اپنے ذاتی مفادات کی خاطر مختلف طریقوں سے قوم کا قتل عام کر رہا ہے اور خود سکھ کی زندگی گزارنے کے لئے دوسروں کی خوشیوں کو بری طرح پامال کر رہا ہے۔ پاکستان اور اس نظام کا ٹھیکیدار ٹولہ (جو کہ ایک ہی نظریئے کے افراد پر مشتمل ہے جس کا مقصد ایک اور طریقہ واردات الگ الگ ہے) کبھی ایک پارٹی کے نام سے اور کبھی دوسری پارٹی کے نام سے اقتدار پر قابض ہو کر قوم کو غلامی اور بے بسی کی زنجیروں میں جکڑ کر اور اس کی صلاحیتوں کو قتل کر کے اپنے مقاصد پورا کر رہا ہے--- مگر یہ ٹولہ اس حقیقت کو بھول گیا ہے کہ آج سے ہزاروں سال پہلے نظام فرعونیت کو فروغ دینے والوں کا کیا حشر ہوا تھا---؟؟ ملک کا ایک استحصالی ٹولہ قوم پر کاری ضرب لگا کر چلا جاتا ہے قوم ابھی اس وار سے سنبھلی نہیں ہوتی کہ-- دوسرا ٹولہ آکر یہی کچھ دہرانا شروع کر دیتا ہے اور یوں پاکستانی قوم گذشتہ اکیاون سالوں سے "اقتداریوں" کے مظالم کی چکیوں میں مسلسل بری طرح پستی چلی آرہی ہے--- یہ سیاستدان' ہمارے لیڈر مختلف نعروں کا سہارا لے کر قوم کو لوٹ رہے ہیں اور اب تو اپنے ذاتی مفادات کی خاطر قرآن اور اسلام کا نام تک استعمال کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے---!! دعوے کر رہے ہیں کہ "ہم نے تو مالاکنڈ ڈویژن میں اسلامی نظام عدل نافذ کیا ہے"---- اسلام جو کہ ایک عالمگیر دین ہے ہمارے حکمرانوں نے اسے ایک مذہب بنا کر ملک کے ایک حصے میں محدود کر دیا اور وہ بھی برائے نام کیونکہ آج تک یہاں پر کوئی ایک بھی فیصلہ قرآنی قوانین کے مطابق نہیں ہوا ہے---!! اسلامی جمہوریہ پاکستان میں اسلام کے ساتھ مذاق کا جو سلسلہ شروع ہے یہ مذاق آج تک کسی غیر مسلم ملک میں بھی نہیں اڑایا گیا بقول شاعر کے ۔

جن پہ تکیہ تھا وہی پتے ہوا دینے لگے

اسلامی جمہوریہ پاکستان میں اسلام کی دھجیاں بکھیری جا رہی

...ی تاریخ اور قرآن پر نظر ڈالی جائے تو صاف محسوس ہوتا ...ہے کہ ہمارے موجودہ نظام اور ہزاروں سال پہلے والے نظام ...نوعیت میں ذرہ برابر فرق نہیں ہے بس سب کچھ وہی ہے ...ف چہرے بدل گئے ہیں۔ مگر ہماری بیچاری قوم سب کچھ ...موشی سے سہتی چلی آرہی ہے۔۔ شاید اس قوم کو کسی ایسے ...نے والے کا انتظار ہے جو آکر اس نظام کو بدل دے گا۔ ایسے ...م کو بدلنے کے لئے پہلے اللہ کی طرف سے پیغمبر مبعوث ہوتے تھے مگر اب تو سلسلہ نبوت ختم ہو گیا ہے اور ہر غیر اسلامی نظام کو بدلنے کی ذمہ داری اس قوم کو سونپی گئی ہے۔۔۔ لہٰذا اب اس نظام کو بدلنے کے لیے کوئی پیغمبر نہیں آئے گا۔۔۔!! ذہنی الجھن اور کشمکش کے "دوراہے" پر کھڑی ہو کر یہ قوم آخر کس کا انتظار کر رہی ہے۔۔۔؟؟ اور اپنی ذمہ داری کو سنبھالتی کیوں نہیں؟؟ آخر یہ قوم کب تک مظالم کی چکیوں میں پستے رہنا برداشت کرتی رہے گی؟

تاریخی یادداشتیں

...وال یہ ہے کہ قرآن کا دین موجودہ مذہب میں کس طرح تبدیل ہو گیا؟ غیر قرآنی ...ظریات' تصورات' معتقدات کہاں کہاں اور کن کن راستوں سے در آئے؟ دانشور حضرات ...س موضوع پر روشنی ڈال سکیں تو راقم ممنون ہو گا۔

ملتمس : ایم۔آر راجہ (کینیڈا) معرفت ادارہ طلوع اسلام' 25بی گلبرگ 2' لاہور

لائف ممبر شپ برائے مجلہ طلوع اسلام

نہ ہر سال زر شرکت بھجوانے کی زحمت' نہ کھاتہ کھولنے کی ضرورت' ایک دفعہ

اندرون	1500/= روپے
ایشیاء' یورپ' افریقہ	8000/= روپے
اسٹریلیا' کینڈا' امریکہ	10000/= روپے

ادارہ کے اکاؤنٹ نمبر 7۔3082 نیشنل بینک۔ مین مارکیٹ گلبرگ لاہور کے نام ارسال فرما کے لائف ممبر شپ حاصل کر لیجئے۔

سرکولیشن منیجر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رپورٹ بزم بورے والا

بزم طلوع اسلام بورے والا نے 14 اگست 1998ء کو گولڈن جوبلی تقریبات کے موقع پر ایک بورڈ جس پر بانی پاکستان قائداعظمؒ کا فرمان بمع تصویر درج تھا' جناح ہال بلدیہ کے سامنے اسسٹنٹ کمشنر/ایڈمنسٹریٹر بلدیہ بورے والا سے باقاعدہ منظوری کے بعد نصب کیا تھا۔ کچھ دنوں بعد بلدیہ کے عملہ نے بعض افراد کے اعتراض کرنے پر بورڈ کو اتار لیا۔ جس پر بزم بورے والا نے چیئرمین بلدیہ بورے والا کو درخواست کی کہ بورڈ ہذا پر محض قائداعظم کی تصویر اور ان کا ارشاد مندرج تھا جو کہ قطعی قابل اعتراض نہیں ہے۔ چیف افسر کی طرف سے چیئرمین بلدیہ بورے والا کو جو رپورٹ پیش کی گئی وہ درج ذیل ہے۔

"فائل کا بغور مطالعہ کیا گیا جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ تحریک طلوع اسلام کا قادیانیت سے کوئی تعلق نہ ہے مزید برآں جو بورڈ آویزاں کیا گیا تھا اس پر بھی کوئی قابل اعتراض بات نہ ہے جس سے فرقہ واریت کا پرچار ہوتا ہو"۔

تازہ رپورٹ کے مطابق بورڈ دوبارہ اپنی جگہ پر نصب کر دیا گیا ہے۔

بزم بورے والا کی اس کامیابی پر ادارہ اسلم نوید صاحب کو مبارک باد پیش کرتا ہے۔

رپورٹ بزم کراچی صدر

کشمیر روڈ کراچی پر واقع کشمیر کمپلیکس کے لان نمبر 4 میں بلدیہ عظمیٰ کراچی کے زیر انتظام مورخہ 8 مئی تا 10 مئی 1999ء کو کتاب میلہ منعقد ہوا۔ کتاب میلے میں کراچی کے بڑے بڑے چالیس پبلشروں نے لاکھوں کی تعداد میں کتب پیش کیں۔ وہاں ایک بکسٹال بزم طلوع اسلام کراچی صدر کا تھا جس کا انتظام محترم آصف جلیل صاحب اور محترم خالد محی الدین صاحب نے نہایت حسن و خوبی سے متواتر تین روز کیا۔ بزم کا بکسٹال اور اسٹیج متصل تھے۔ اسٹیج سے بار بار طلوع اسلام بکسٹال اور علامہ پرویزؒ کا تعارفی اعلان ہوا۔ مہمان خصوصی کراچی یونیورسٹی کے وائس چانسلر ڈاکٹر ظفر زیدی جبکہ کمشنر کراچی اور بلدیہ عظمیٰ کے اعلیٰ افسران مہمانوں میں شامل تھے۔ مہمانوں میں ایک بڑی تعداد سرکاری ملازمین' ادیب' شعراء' صحافی اور پی ٹی وی و ریڈیو پاکستان کے ارباب علم و ذوق تھے۔ مہمانوں کو ایک ایک پیکٹ طلوع اسلام کے لٹریچر کا "تحفتہً" دیا گیا۔ بکسٹال پر ہر آنے والے کو ایک پمفلٹ بلا قیمت دیا گیا۔ نئی نسل مذہبی پروپیگنڈے کے قطعی زیر اثر نہیں۔ البتہ مٹھی بھر مولوی ابھی تک مزاحمتی رویہ اپنائے ہوئے ہیں۔ یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ ایک بہت بڑی اکثریت طلوع اسلام اور پرویز صاحب سے ناواقف ہے۔ بکسٹال پر فروخت ہونے والی کتب پر 35 فیصدی کی خصوصی رعائت دی گئی۔ اس امر کا بار بار اعلان ہوا کہ تحریک طلوع اسلام کے زیر اہتمام شائع ہونے والی کتب غیر تجارتی بنیاد پر فروخت ہوتی ہیں۔ تحریک احمدیت اور ختم نبوت بلا قیمت دستیاب ہو سکتی ہے اس کا اعلان ہوتا رہا۔ جناب پرویز صاحب کا شخصی تعارف بذریعہ اعلان ہوا۔ پبلک کا تجسس دیکھنے میں آیا۔ بزم کا پتہ اور دیگر معلومات ان کو فراہم کی گئیں۔ چھ عدد "اسلامی معاشرت" بچوں کو انعام کے طور پر دی گئیں۔

کشمیر کمپلیکس کے خوبصورت سبزہ زار پر کتب میلہ ایک خوشگوار تجربہ ہوا۔ بلدیہ عظمیٰ کے زونل سربراہوں اور انتظامیہ کے اعلیٰ عہدیداروں نے آئندہ بکسٹال لگانے اور کوئی پروگرام بنانے میں اپنے اپنے تعاون کا یقین دلایا۔ بزم کے روح رواں جناب آصف جلیل بزم کراچی صدر کے رکن اور سابق نمائندہ بزم سعودی عربیہ حالیہ کتب میلہ میں بزم کا بک اسٹال لگانے کے ہیرو ہیں۔ نمائندہ بزم اپنی مصروفیات سے وقت نکال کر کتب میلہ دیکھنے گئے جہاں متعدد لوگوں نے نمائندہ بزم سے سوال و جواب کی ایک نشست کی۔ سوالات کے جوابات نہایت حسن و خوبی سے مسکت طور پر دیئے گئے اور تحریک سے متعلق بعض غلط فہمیاں دور کی گئیں۔

نمائندہ بزم طلوع اسلام کراچی صدر

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم
کے بعد نبوت کا ہر دعویٰ باطل ہے
مسئلہ قادیانیت کا
قانونی فیصلہ تو ہو گیا
لیکن ذہن ابھی تک
صاف نہیں ہوئے
ذہن صاف ہو ہی نہیں سکتے جب تک
یہ نکات واضح نہ ہوں کہ !!!
ختم نبوت کی حقیقت اور اہمیت کیا ہے؟
نبوت کا مقام کیا ہے؟
سلسلۂ وحی کیوں بند کیا گیا؟
ختم نبوت سے انکار کیوں تذلیل انسانیت ہے؟
ان سوالات کے جوابات کیلئے پڑھیئے جناب پرویز کی فکر انگیز کتاب
"ختم نبوت اور تحریک احمدیت"
طلوع اسلام ٹرسٹ B-25 گلبرگ II لاہور 54660 فیکس نمبر 042-5866617

تدوین و تحقیق
حسین قیصرانی

فہرست موضوعات آڈیو درس قرآن -- از علامہ پرویز

(گزشتہ سے پیوستہ)

سورہ النساء

آڈیو نمبر	تاریخ	آیات	موضوعات
13	13-09-70	4/43-48	اجتماعاتِ صلوٰۃ کے لئے ہدایات-شرک پر تفصیلی گفتگو-
14	20-09-70	4/49-58	روحانیت اور تصوف-
15	27-09-70	4/59	اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول-"اللہ اور رسول" کی اطاعت سے مراد-"اولی الامر" کا مفہوم-حدیث و سنت کا مقام کیا ہے؟
16	04-10-70	4/60-65	اسلام کیا ہے؟ اسلامی نظام کی بنیاد-
17	11-10-70	4/66-76	ضمیر کی آواز-فرضیتِ جہاد-معیتِ خداوندی اور مرزا غلام احمد کی قرآن فہمی-دین کے نظام میں جنگ کی ضرورت-
18	18-10-70	4/77-81	جہاد سے گریز کرنے والے-مولانا محمد علی جوہر کا واقعہ-پرویز صاحب کی زندگی کا واقعہ (بسلسلہ شرک)-
19	01-11-70	4/82	قرآن کے منجانب اللہ ہونے کا ثبوت-اس میں اختلاف کوئی نہیں-
20	08-11-70	4/83-90	جہاد کی اہمیت-شفاعت (حسنہ وسیئہ) کا قرآنی مفہوم-مقیتاً وتحیۃ (السّلام علیکم) کی اہمیت-جنگ و صلح کی شرائط-
21	15-11-70	4/91-96	انسانی جان کی قدر و قیمت-قصاص و دیت-قتل عمد و قتل خطا-جنگِ جمل و صفین-جنگ میں شامل نہ ہونے والے-
22	22-11-70	4/97-103	ہجرت کی اہمیت-جنگ میں صلوٰۃ-امام صلوٰۃ-قصرِ صلوٰۃ-ذکر اللہ کا مفہوم-فریضۂ موقت کے معانی-

23	29-11-70	4/104-115	جہاد کے اصول و موانع اور قواعد و ضوابط - وکالت کا پیشہ - خیانت کا مفہوم - مجرم خود اپنے خلاف گواہی دیں گے - سبیل مومنین کیا ہے؟
24	20-12-70	4/116	شرک کیوں ناقابلِ معافی جرم ہے؟
25	27-12-70	4/117-126	شیطان بطور مذہبی پیشوا - توہم پرستی اور اس کی مختلف شکلیں -
26	03-01-71	4/127-132	قرآن گھر کی زندگی کو کیوں اتنی اہمیت دیتا ہے؟ یتیم عورتوں اور بچوں کی پرورش - تعدد ازواج اور عدل - طلاق کی صورت میں معاش کا مسئلہ -
27	10-01-71	4/132-143	انسانی اختیار و ارادہ - انسان کی کوئی فطرت نہیں ہے - منافقین، کافرین سے بھی بدتر مخلوق ہیں -
28	24-01-71	4/144-155	دو قومی نظریہ - یہودیوں کے قومی جرائم -
29	31-01-71	4/156-159	حضرت مریم - حیات و وفاتِ مسیح - کیا حضرت عیسیٰ بن باپ کے پیدا ہوئے تھے؟ کیا آپؑ زندہ آسمانوں پر اٹھا لئے گئے ہیں؟ قربانی کے متعلق ضمنی گفتگو -
30	14-02-71	4/160-161	حلال و حرام پر تفصیلی گفتگو - حرام اشیاء کی فہرست - حلال کو حرام قرار دینا عذابِ الٰہی ہے - خنزیر کیوں حرام ہے؟
31	21-02-71	4/162-170	ایمان کی شرائط - کیا ہر قوم کے لئے اللہ نے نبی بھیجا؟ وحی پر ایمان کیوں ضروری ہے؟
32	28-02-71	4/171-174	دین میں غلو مت کرو - جس طرح بزرگوں کی شان میں گستاخی منع ہے اسی طرح انہیں ان کے مقام سے بڑھانا بھی جرم ہے - عیسائیوں کے غلط عقائد -
33	07-03-71	4/175-177 5/1-2	قرآن کو سمجھنے کا اصول - اللہ کا تصور - حلال و حرام کی تفریق کیوں؟

دورانیہ فی کیسٹ 90 منٹ - (سورۃ النساء ختم ہوئی)

قیمت فی کیسٹ (علاوہ ڈاک و پیکنگ خرچ) Rs. 50/=

پاکستان میں
علامہ غلام احمد پرویزؒ
کا درس قرآن کریم مندرجہ ذیل مقامات پر ہوتا ہے

شہر	مقام	دن	وقت
1- اسلام آباد	بر مکان 302 سٹریٹ 57 - سیکٹر F11/4 رابطہ: جناب انعام الحق ملک صاحب فون: 290900	بروز اتوار	ساڑھے 10 بجے صبح
2- ایبٹ آباد	234 کے۔ ایل کیہال۔ رابطہ: گل بہار صاحبہ	بروز منگل	4 بجے شام
3- ایبٹ آباد	234 کے۔ ایل کیہال۔ رابطہ: شیخ صلاح الدین	ہر روز	عندالطلب
4- اوکاڑہ	برمکان احمد علی A-180 شادمان کالونی رابطہ: شیخ احسان الحق فون:520258/520270	جمعۃ المبارک	3 بجے شام
5- بوریوالا	برمکان محمد اسلم صابر۔ مرضی پورہ گلی نمبر5 رابطہ: فون: 55438	پہلا اور تیسرا اتوار	10 بجے صبح
6- بوریوالا	رہائش گاہ ڈاکٹر محمد اسلم نوید فون: 54590	دوسرا اور چوتھا جمعہ	ساڑھے 3 بجے
7- بوریوالا	رابطہ محمد اسلم صابر۔ فون 55438	یکم اکتوبر سے	روزانہ بعد نماز مغرب
8- بہاولپور	ریحان چپل سٹور مچھلی بازار رابطہ: بشیر احمد فون 876785	جمعۃ المبارک	2 بجے بعد دوپہر
9- پشاور	دفتر جناب عبداللہ ثانی صاحب ایڈووکیٹ۔ کابلی بازار۔ رابطہ فون: 840945	ہر بدھ وجمعہ	5 بجے شام
10- پشاور	اکبر پورہ۔ محلہ گڑھی زرداد رابطہ: محترم لیاقت علی طاہر فون: 2990190	بروز ہفتہ	8 بجے شام
11- پشاور	برمکان ابن امین فقیر آباد	جمعۃ المبارک	4 بجے شام
12- پیر محل	مکان نمبر 140/139- مدینہ پارک	ہر ماہ پہلا اتوار	9 بجے صبح
13- پنج کسی	برمطب حکیم احمد دین	جمعۃ المبارک	3 بجے شام
14- جہلم	برمکان محترم قمر پرویز مجاہد آباد' جی۔ ٹی روڈ	اتوار	9 بجے صبح
15- جلالپور جٹاں	یونائیٹڈ مسلم ہسپتال	جمعرات	10 بجے صبح
16- چنیوٹ	ڈیرہ میاں احسان الہٰی کونسلر بلدیہ پیر ہٹہ بازار	جمعۃ المبارک	بعد نماز جمعہ
17- چک 215 ای۔ بی	شاہین پیٹرولیم' اڈا کوارٹر	اتوار	9 بجے صبح

شہر	مقام	دن	وقت
18- حیدر آباد	محترم ایاز حسین انصاری B-12' حیدر آباد ٹاؤن' فیز نمبر 2 قاسم آباد بالمقابل نسیم نگر -- رابطہ فون۔ 654906	جمعتہ المبارک	بعد نماز عصر
19- راولپنڈی	فرسٹ فلور' کمرہ نمبر 114' فیضان پلازہ۔ کمیٹی چوک	جمعتہ المبارک	4 بجے شام
	رابطہ۔ چوہدری نثار احمد۔ فون: 051-74752-542985	اتوار	4 بجے شام
20- سرگودھا	60- اے سول لائنز' ریلوے روڈ۔ رابطہ فون: 720083	جمعہ	5 بجے شام
21- سرگودھا	B-4 گلی نمبر 7 بلاک 21 نزد مکی مسجد چاندنی چوک رابطہ: ملک محمد اقبال فون (711233)	منگل	7 بجے شام
22- فیصل آباد	23- سی پیپلز کالونی (نزد تیزاب مل) رابطہ: ڈاکٹر محمد حیات ملک۔ فون: 720096	ہر جمعتہ المبارک	3.30 بجے شام
23- کراچی	105- سی بریز پلازہ' شاہراہ فیصل	اتوار	9.30 بجے صبح
	رابطہ کرنل خان ادیب احمد۔ فون: 4550546-4558498	جمعہ	5 بجے شام
24- کراچی	ڈبل سٹوری نمبر 16 گلشن مارکیٹ' 36/C	اتوار	11.30 بجے صبح
	ایریا کورنگی 5 رابطہ محمد سرور' فون: 312631-5046409 ورس کے علاوہ بھی لائبریری کھلی رہتی ہے۔	بروز جمعہ	بعد نماز مغرب
25- کراچی صدر	ہوٹل جبیس ہال۔ عبداللہ ہارون روڈ کراچی رابطہ: محمد اقبال' فون 5892083	اتوار	10 بجے صبح
26- کراچی لانڈھی	مجاہد ڈیری فارم' پی۔ ایم۔ ٹی۔ ف روڈ۔ لانڈھی رابطہ: آصف جلیل۔ فون نمبر: 5801701	ہر جمعتہ المبارک	3 بجے دوپہر
27- کوہاٹ	برمکان شیر محمد' نزد جناح لائبریری	اتوار	8 بجے صبح
28- کوئٹہ	صابر ہومیو فارمیسی توغی روڈ۔ رابطہ فون: 825736	اتوار	4 بجے شام
29- گوجرانوالہ	شوکت نرسری گل روڈ' سول لائنز	جمعتہ المبارک	بعد از نماز جمعہ
30- گجرات	مرزا ہسپتال' کچہری روڈ	جمعرات	3 شام
31- گھوئیکی' سیالکوٹ	برمکان محمد حسین گھمن	ہر ماہ پہلا اتوار	صبح 9 بجے
32- لاہور	25- بی گلبرگ II (نزد مین مارکیٹ)	اتوار	9:30 بجے صبح
33- لاڑکانہ	برمکان اللہ بخش شیخ نزد قاسمیہ مسجد محلہ جاڑل شاہ رابطہ فون: 42714	جمعتہ المبارک	بعد نماز عصر
34- ملتان	شاہ سنز بیرون پاک گیٹ	جمعہ	4 تا 5 بجے شام

شہر	مقام	دن	
35- ماموں کانجن	بر مکان ڈاکٹر (ہومیو) محمد اقبال عامر چک 509 گ ب رابطہ فون: 345-04610	جمعتہ المبارک	بعد
36- منگورہ سوات	ڈیرہ اقبال ادریس ' عقب مہران ہوٹل گرین چوک فون: 710917	ہر جمعہ	بعد نماز جمعہ
37- نواں کلی صوابی	رابطہ سید الطاف حسین ٹیچر	اتوار	صبح 10 بجے
38- رانی پور	اوطاق ڈاکٹر سلیم سومرو سومرو محلہ رابطہ شفیع محمد سومرو	جمعتہ المبارک	بعد نماز عشاء
39- واہ کینٹ	بر مکان چوہدری محمد اشرف 1293/9/18	بروز بدھ	بعد نماز عصر
40- میانوالی	بر مکان حاجی اعظم خان وانڈھی گھنڈ والی فون: 33647	اتوار	صبح 9 بجے
41- عارف والہ	ڈاکٹر ارشاد احمد دانش ' کلینک چک نمبر 117/EB	دوسری ' چوتھی جمعرات	بعد نماز عشاء

علامہ غلام احمد پرویزؒ کی جملہ تصانیف اور ماہنامہ طلوع اسلام کا تازہ شمارہ بھی انہی جگہوں پر دستیاب ہے۔ تحریک طلوع اسلام سے متعلق استفسارات مندرجہ بالا مقامات پر موجود کارکنان تحریک کے حوالہ کیجئے۔ جواب ادارہ سے براہ راست دیا جائیگا۔

For All Publications of Allama Parwez
and recorded lectures on Quran
Please contact:
TOLU-E-ISLAM TRUST
25-B,Gulberg 2 Lahore-Pakistan.
Current Account No:
4107-35
Main Gulberg Branch
Habib Bank Limited
Lahore
Phone: 5753666 - 5764484
Fax: 092-42-5764484
Email: trust@toluislam.com
Internet: http://www.toluislam.com

IN HER OWN RIGHT

By
Saima Hameed

I am not a sex object!
You exploit me;
take advantage of my ignorance
Earn money by displaying my parts.
Capitalists!

Stop being stereotypical.
Do not treat me as a decoration peice.
I cannot be bought.
Earn not by dressing me
as an object of pleasure.

You base your values on Consumerism.
Ah! Consumerism!
Is it more valuable than
Values themselves!

I am marvelled at only
when I disclose my identity
and disguise My Self as
"propagator of your products."

My character.
My Struggles, in search of myself,
mean more to me
than this show.

I cannot appear seductive
and provoke a perverse response.
For it is degrading for me.
I want to live
Respect myself
and be resspected by others.

I've dreamt of making choices;
to communicate my thoughts;
that mountain-like imagination.
I want to speak
as I am a "human" in my own Right

From : Mac Leonard
To : Kubra Khawaja
Date : 4th February, 1999.

Subject : **YOUR ASSESSMENT TASKS**

I'm taking an unusual step of typing my comments on your work--because it deserves special treatment-- there's a lot I want to say about it and my handwriting isn't the best.

Firstly, let me congratulate you on a superbly presented peice of work--you haven't tried to bamboozle me with clever computer gimmicks and pretty pictures but you have provided me with clear text, a glossary and a bibliography-- this is something many Sixth Formers find difficult to do!

Secondly, let me thank you for introducing me to someone I knew nothing about-- far more refreshing than reading a potted account of the life of Martin Luther King! What's more I found it at the same time reassuringly supportive and very frustrating that G.A. Parwez and I have independently arrived at much the same conclusions, albeit about different religions. Your work clearly identifies the difference between "religion" and "true faith" which was the point of the work-- you have seen this in a way few-- if any-- others have.

Thirdly, I have to be honest and confess to you that at first I thought you had simply found an article and imported it: the sytle of language is hardly that I would expect from someone in year nine! However, the corrections indicate that you typed this (not pasted it in from another source) and your evaluation section continues in the same style. I apologise for doubting its originality.

If this is the quality of work you can produce you should most seriously consider opting for Religious Studies next year-- and then continuing at "A" level where the Philosophy of Religion would fascinate you (although I think at that level and by then we might be investigating together!)

In conclusion (and I don't normally write that on Year Nine essays!) this is probably the best piece of work I have received froma Year Nine student in 29 years! I have to give you an "A" for Understanding, an "A" for Evaluation and a "1" for effort only because there are no higher grades!

P.S. May I send a copy of this to the Borough Senior Advisor for Religious Education?

Glossary

Capitalism **:** An economic system in which a country's trade and industry are organised and controlled by the capital.
Communism **:** A social system in which property is owned by the community and used for the good of it's members.
Corporeal **:** The physical (contrasted with spiritual).
Edifice **:** Building (especially a large one); something built up in the mind.
Fallible **:** Liable to error.
Fatwa **:** A decree or pronouncement made by a Muslim priest.
Gregarious **:** Living in group or in societies.
Meagre **:** Insufficient; poor; scanty.
Mysticism (sufism) **:** Beliefs experiences, of a mystic, teaching and belief that knowledge of God and of real truth may be obtained through meditation or spiritual insight, independently of the mind and senses.
Priestcraft **:** Ambitious or worldly policy of priests.
Propitiate **:** To take away the anger/To win favour or support.

Bibliography

1. **Islam a Challenge to Religion**
   By Ch. G.A. parwez
2. **What has Man Thought? (Urdu)**
   By Ch. G.A. Parwez
3. **Islamic Ideology**
   By Ch. G.A. Parwez
4. **Is Islam a Failure?**
   By Ch. G.A. Parwez
5. **Why is Islam the only True Deen?**
   By Ch. G.A. Parwez
6. **The Heavens, The Earth and the Quran**
   By Dr. Abdul Wadood
7. **The Pakistan Idea - A challenge to Geographical, Racial and Lingual Nationalism**
   By Shamim Anwar

They don't believe that there is more to life and reality than us corporeal beings. But these people are in a minority. Most people around the world believe in God, believe in somtehing more than life as we know it.

If one thinks about the religious writings (Torah, Bible, Quran etc.) they all have a few things in common. The most important similarity they have is, that they all tell humanity the difference between right and wrong. Between good and evil, and that telling lies is bad. Everyone in the world, no matter what religion they belong to agrees that telling lies is bad. Yet everyone does so. Even Presidents of super powers.

Looking at the world today there is lots of crime, corruption, poverty and an uneven distribution of wealth. This is with the presence in the world, of a multitude of religions. Imagine a world without any religion? This shows us that the religious faith is profoundly needed in the world today. This also shows, unfortunately that the message of God has been misinterpreted if not totally misunderstood. The guidance of God is within our grasp, if only we were not blinded by our greed, we would see it.

My beliefs :

I believe that religious faith is always an advantage as it is guidance from the Almighty. Especially in the Muslim faith where in the Holy Quran, Allah has given mankind a system of life and if humanity correctly follows this system they will find it a great advantage as everyone and everything will be living, in peace and harmony. But because religion is regressive and the fact that religion and science have been placed in two separate water tight compartments, as the world is progressing I can envisage a time when people will turn against religion.

In terms of Islam I prefer to use the word Deen rather than religion, as the word Deen is the appropriate word to use (As referred to earlier). The Islamic Deen is not a hindrance to me as it is progressive. Far from denying science, it actually encourages man to conquer the forces of nature and use them to the betterment of all the humanity. Islam provides me the driving force in my life. For example when its cold and I don't want to get out of bed, I still do so, to get to school on time. This is because I want to learn and get knowledge so I can take my place in the human society and contribute my share to the good of the society. In the future Deen will be a firm pillar in my life. As I said earlier Islam will still be the driving force which, compels me to learn and help other people. Being a Muslim, I am aware that the purpose of my life is to develop, both my physical body as well as my personality (spirit). The Islamic Deen (not the religion seen in the so called Muslim world today) will always be a part of my life as it is the system that helps develop all human beings.

keep changing according to circumstances, but the principle of the Quran shall forever remain unalterable.

Under this system, the distribution of the means of living would be in accordance with the needs of every one. Thus no human being will be at the mercy of another human being. No human being will have the right to rule over another human being. All sovereignty will belong to God (Not priests). Every individual will get the opportunity to develop to his full potential. The sources of these laws that help to nurture and develop man as free individual personalities but belonging to one brotherhood of man, is the same as that of the laws of Nature.

This is what Parwez learnt from his research of the Quran, and his association with Dr. Sir Allama Iqbal. In addition, he read books written by the scholars of the West and East, (See Appendix 1). After doing the comparative study he came to the conclusion that man throughtout the ages has endeavoured to solve the problems of life. When the answer to all life's problems lay secure in the Quran, Parwez then set about setting the record straight. He spent the rest of his life writing books in Urdu presenting Islam as a Deen. This became his life's mission. Since he was presenting Islam as a Deen, and since there is no place for priestcraft in Deen his writings posed a threat to the priests livelihood for they have turned God into a business. Over one thousand priests got together and declared a fatwa excommunicating Parwez from Islam, but he remained steadfast continued to write books in Urdu and publishing a monthly magazine called Tolu-e-Islam, (The Islamic dawn), He also played an active part in the struggle for the creation of Pakistan, and fought valiantly with the Muslim priests of India who were opposed to the creation of Pakistan, with his superior intellect and his pen. As he had single handedly taken on the entire Muslim priesthood, he devoted his entire life to this one mission. He spent his meagre earnings from his job as a British civil servant and later a Pakistan civil servant on publishing his magazine and his books. His only English book being ***"Islam a Challenge to Religion"***.

Parwez also recorded his commentaries on the meaning of the Quran on both audio and video cassettes and his ideas are beginning to get a large following amongst the educated and knowledgeable people internationally. Parwez died in 1985 of natural causes. The foundation, Tolu-e-Islam which he set-up continues to do good work today.

Religion today :

Many people in the world do something "religious" and believe some good has come out of it. (i.e. Praying, fasting, studying religious writings/sayings)

Also, many people try to live their life according to their religious teachings, but they do not have any connection with God. God remains somehow an abstract entiity, they just believe that he is something or someone greater than them, and they just leave it at that. There are also people who do not believe in God or any teachings.

photosynthesis in plants.) According to this conception of God the relationship between man and God comes about through the laws which He has designed for man's development. (Man has not yet developed to his full potential as he uses only 25% of his brain.) To understand the essence of God and to know what He is, is beyond the scope of human intellect. (God is infinite and human intellect is finite. Just as you cannot pour the whole ocean into a beaker. Thus something which is finite cannot comprehend something which is infinite.) What we can understand, however are his laws which pertain to our development. These laws were revealed to man through Moses, Jesus, and Mohammed (P.B.U.H). They have been preserved in the Holy Quran. Those who follow them, develop and move ahead, those who contravene them are deprived of growth like the seed which happens to be burried under hard soil.

What is Deen?

As stated earlier, there is no equivalent word for Deen in any language. Basic misconception in this regard is that Deen is thought to be no more than an ethical code. Deen is not the collection of a few moral values. It is a comprehensive system of life covering all aspects of human life. The moral values become operative within this system, or in other words this system provides that sound base on which the edifice of these moral values is established.

The history of mankind makes tragic reading. Down through the ages we come across a series of sequences, of the rise, growth, decline and fall of not only nations but even of the civilisations and cultures. Through the ages man has evolved many systems of government. The Western democratic system is now considered as the best endeavour so far. Like Capitalism, Socialism, and Communism the Democratic system is born out of human intellect. Since humans are fallible (the saying "To err is Human") none of these systems are perfect. (If they were, there would be peace and harmony if not in the world then at least in the Nations that have put these systems into practice)

In order for man to reach the state of perfection, man needs something more than the human intellect. Just as the eye needs the light from the sun to see, the human intellect needs revelation to solve the problems of life. Deen is also a system similar to those described above, the difference being that it is a system, prescribed by God for the growth and development of the whole of mankind.

Under this system, all human beings inhabiting the earth are individuals, belonging to one universal brotherhood of man. The practical aspect of establishing this brotherhood would be that all mankind may lead their lives, according to one set of laws. This universal organisation of life may be formulated in such a manner that people of every era according to the requirements of their time, may compile the details of law in the light of the Quran, and by mutual consultation. This would be done in the light of the immutable principles of the Quran. The details of the law will

Quran. He therefore set about learning the Arabic language, the Quran is written in, along with the idioms and sayings of that language

Deen and religion :

During his research, Parwez came across the writings of Dr. Sir Allama Muhammad Iqbal, the poet philosopher of Pakistan- From these he finally realised that what he had been taught about Islam was nothing more than "religion". This confirmed his belief that the message of the Quran had been misunderstood. For Islam was not a religion but a Deen. There is no equivalent word for Deen in any other language. Far from being a religion, Deen challenges it.

New Beliefs :

Religion :

Parwez discovered that the basic idea of any religion is that God created by human imagination is sitting somewhere away from the universe. He is like a king or dictator. If someone incurs the king's wrath, he is doomed and subjected to all kinds of afflictions. The only way out is to humour the king by reciting his praises, flattering him, making offerings, seeking intervention of those near him. The moment the king is brought round, all troubles vanish and are replaced by munificence, rich gifts, awards of honour inclusion among the king's trustworthies and so on. Since the God created by man's imagination is on the pattern of a king, the devotees of the God try to propitiate him bymeans similar to those adopted to please a king. The means so adopted are given the name of religious ceremonies and rituals.

According to this conception of God man does not require to lead a gregarious or collective life. His relationship with his God is essentially an individual and private affair. In lonely seclusion he seeks, through worship God's forgiveness and bounties, and having done that, proceeds according to his will to engage in matters material and mundane. He is a religious man.

Revealed God :

There is another conception of God vouchsafed to man through revelation. (Torah, Bible, Quran). According to the revealed conception, God is a being who controls the entire universe and moves it on to its final destiny in accordance with certain inviolable laws. (Scientists have observed only recently that, the universe is expanding. The Holy Quran pointed towards this fact fourteen hundred years earlier. In verse 51:47 the Quran states, "With power and skill We did construct the Heaven. Verily We are expanding it." According to these laws, everything in the universe from its initial state, grows, develops, and, in time, attains its full stature. like the apple seed which gradually grows into a huge tree.

Man is no exception. There are God's inviolable laws which govern man's development also. (The source of these laws is the same as that of the laws of nature- The laws governing the planetary orbits around the sun, laws governing the process of

VOICE OF YOUTH

GHULAM AHMAD PARWEZ

By

Kubra Khawaja

****

From time to time, we receive contribution's and querries from the youth of the country, particularly students, from Pakistan or from those studying abroad. We do feel that some of these deserve a pride of place in the Tolu-e-Islam Magazine. We must not forget that it is the youth of today (The ***"Salim and Tahira"*** of Babaji) who will be the writers and leaders of tomorrow.

This month we are including an article on Parwez by Kubra Khawaja and a poem by Saima Hameed. Both are ("O" and "A" level students respectively) studying in U.K. (Editor)

****

The subject of my research is Chaudhri Ghulam Ahmed Parwez. G.A. Parwez was born in 1903, in Batala, a town now in the Indian Province of Punjab. At the time, Batala was a celebrated constituency of Islamic learning, culture and philosophy.

The Early Years :

From a very young age, Parwez studied the Quran from his grandfather. He acquired much knowledge about *"Islam"*. His grandfather, who was a well-known scholar was also a distinguished *Sufi*. Sufism is the Arabic term for Mysticism. It is the belief of Sufis, that in order to attain God, one has to forsake the world and worldly affairs and in seclusion meditate, and pray. By doing this, God will come to them.

Parwez, influenced at an early age by his grandfather, practised Sufism. However as he matured, he began to question the ethos of Sufism and the very purpose of the religious rituals he had been taught. He began to have doubts about all that he had been taught. He could not satisfy himself that the humanity at large derived any benefit from all the meditation and religious rituals, and prayers that he performed. There had to be more to God than this. Parwez believed that the Quran was a guidance to mankind from God, and that this guidance had been misunderstood. He therefore rejected all that he had been taught and formed the opinion that the salvation, for him, nay the entire Mankind lay in understanding the messaage of the

"If I march I am, if I don't I am not"

--Sir Iqbal--

It has been stated before that according to the Qur'an, the development of the human "SELF" (TAZKIA) can only take place by "giving" or by providing service to humanity. If any kind of worship and rituals do not lead a person to that noble end, they will all be in vain. Accordingly, Sheikh Sa'adi, the renowned Persian poet-philosopher said,

Worship is naught but service of creation,

Rosary, rug and robe is not devotion.

The real existence on earth is of the one who benefits mankind (13:17).

Dear reader, don't these quotations from some of the greatest minds and from the Scripture resonate? According to the Qur'an, mankind was, and will become, one community. Based on that authority and on my own reflection, I believe that the masses will, in the near future, see what the great thinkers are seeing today. People will lay aside their biases and prejudices. Nations in search of solutions to their political and socioeconomic problems will turn to the Qur'an and find the Light. East or West, all people will recognize that THE QUR'AN IS THE PROPERTY AND TREASURE OF NOT ONLY MUSLIMS BUT OF ALL HUMANITY. While the Muslims are badly tangled in trivial disputes, divisions and blind following, the West will recognize that the cause of the downfall of Muslims is not Islam. It is their abandonment of the Qur'an. Then the world will say to Muslims:

The true beleivers were honored at dusk and dawn.

And you are miserable for leaving the Qur'an

--Sir Iqbal--

Then there will no longer be a League of Nations and no United Nations. It will instead be the United Mankind. That is what the destiny of humanity is. And that is the direction humanity has been moving in the last 14 centuries. The Qur'an predicts the pleasant outcome on three occasions.

All people will recognize that the Qur'an is the ULTIMATE TRUTH and that the system of the Qur'an will prevail over all other systems (9:33, 48:28, and 61:9).

Any doubts about this Qur'anic claim can be easily dispelled by glancing at history. Just a few examples will suffice to show that Islam has been marching on through the past fourteen centuries. These exapmles will be presented in the next chapter. (Continue)

13. The real progress entails development of an international social order in which every individual can grow to his/her full potential. (Hastings Rashdall, *The Theory of Godd and Evil.)*

14. Islam offers a beautiful collective system which says YES TO LIFE. (Nicholes Berdyeau, *The Divine and the Human.)*

15. A complete way of life which would be universal is neither present in human instinct nor can we devise it through intellect. It can only come through Revelation. (Professor Alfred Cobban, *The Crisis of Civilization.)*

16. We need a religion that can transcend nationalism and make the world one nation. (Robert Murray, *The Individual and the State.)*

17. **Only Islam can transcend the boundaries of nationalism.** (Arnold Toymbey, *The World and the West.)*

18. **In order to make true progress, man must exercise his free will in accordance with the Divine guidance. Man must do this, not to put God under any obligation, but for the evolution of his own SELF.** (A.S. Eddington, *Science and the Unseen World.)*

THE QUR'AN GOES FURTHER : Dear reader, the Qur'an not only recognizes and guides to necessary progress stated above, but goes even further and takes us beyond human genius.

The believers give preference to the needs of others than their own even when they themselves are needy. (59:9)

And thus, righteous people are those who make their SELF (NAFS) grow by fulfilling the needs of others. And they do so because of IMAN. They know that they will be rewarded manifold in both worlds. Wasn't Goethe right that no human mind and no system can go beyond the Qur'an?

And Messenger, the Exalted, said:

The best among people are those who serve humanity.

The best of the tasks is service of mankind.

If we do not make progress toward self-actualization, the development of our persoanlity stops. This state of being left behind and cessation of progress is termed by the Qur'an as *"JAHEEM"* (hell-fire).

ISLAM IS THE ONLY IDEOLOGY WHICH PROVIDES A COHERENT PRACTICAL SOCIAL SYSTEM AND OFFERS SOLUTIONS TO HUMANITY'S PROBLEMS.

Therefore Islam is Deen (the **collective** way of life): all else is religion.

1. The system of Islam could never fail. No human mind and no system can go beyond the Qur'an. (Goethe, *Letters to Eckerman.)*
2. The code of permanent values can only come through Revelation to chosen personalities (messengers) of God. (Albert Einstein, *Out of My Later Days.)*
3. The word of Mohammad is a voice direct from nature's own heart.. all else is wind in comparison. Thomas Carlyle, *Heroes and Hero Worship.)*
4. If the society is not conducive to the growth of human personality, people would remain slaves even if such a society were perceived to be free. (Nicholes Berdyeau, *Destiny of Man.)*
5. For the development of SELF I need a society where others. benefit feels like my own. (Hastings Rashdall, *The Theory of Good and Evil.)*
6. The development of the human persoanlity [NAFS] can take place only collectively with other members of the society. (Robert Briffault, *The Making of Humanity.)*
7. The purpose of life is the development of humanity in a collective social order. (Prof. A.N. Whitehead, *Adventure of Ideas.)*
8. The ideal society will be one where the wellness of others feels like my own wellness. (Emannuel Kant. *Critique of Practical Reason.)*
9. Development of the self [self-actualization] can take place only in an equitable social system. (Robert Briffault, *The Making of Humanity.)*
10. International order for all mankind is the time's foremost need. (John Reves, *Politics in Future.)*
11. The world needs not only for its development but also for its very survival a universal "way of life" in which economic, social, and moral values were uniform for all. (Frederick Hertz. *Nationality, History and Politics.)*
12. The purpose of life is development of the person and thereby of all humanity en mass. (Professor Whitehead, *Adventure of Ideas.)*

Scholars of the West have reached the same conclusion. F.R. Johnson writes, "The Original Sin is the Original Evil. It keeps mankind disinclined from doing good and inclined toward doing evil. This belief impels man in Martin Luther's words to "SIN HARD BUT BELIEVE HARDER". "Then F.R. Johnson asks rhetorically, "If belief in Jesus dying on the cross for me will absolve me of my sins and grant me a free license to do what I please, why wouldn't I adopt the easy, sinful path of lust and desire?"

And the great thinker, A.E. Taylor, unfortunately could not get a copy of the Qur'an (explained in his language) till the day he died. He sighed, "I wish I could find the true religion that would save me from the fallacies of the Original Sin."

So, all humans are born with a clean slate. But what does the human existence consist of? It consists of at least two things:

1. Body, and
2. Mind. (You may choose to call it: Self, Ego, "I-am-ness", Soul, Psyche, personality. The Qur'an terms it *NAFS*.)

The cardinal principle is that our bodies grow by <u>taking</u>. By taking food, for instance. But **our SELF grows by <u>giving</u>** i.e. by fulfilling the needs of others. You may call it "service to humanity". The Exalted Messenger said, "The best of mankind are those who benefit humanity." According to the Qur'an, any act that facilitates the growth of the self is *BIRR* (GOOD or righteousness). Conversely, any act that retards the development of human personality is *ITHM* (SIN).

By distinguishing between acts of *ITHM* and acts of *BIRR*, the Qur'an helps establish an ideal society wherein the Divine Code of moral values reigns supreme in the human life just as the Divine Law is supreme in the universe. In such a society it will become easy for individual human beings to grow their "SELF" to the maximum potential.

The great sociologist and thinker Abraham Maslow has understood this development beautifully. What the Qur'an calls TAZKIA (2:232), he terms as, "SELF-ACTUALIZATION" or fulfillment of the human personality.

THE WESTERN THOUGHT

Now let us examine what other great Western minds have to say about the close relationship between TAZKIA (Self-actualization) and society.

T. Carlyle, A. Lamartine, W.Muir, B. Shaw and innumerable other western scholars have said in different but unambiguous terms that:

It follows that the establishment of an ideal society of mankind is the prime objective of Islam. When we strive to that end our life, *en toto*, becomes an act of worship. It is obvious that when mankind returns to the glorious Qur'an, the world will see its true splendor again as it saw in the early era of Islam. That brings us to summarize in one sentence that,

ISLAM IS A COLLECTIVE WAY OF LIFE

in which all people enrich the lives of one another in the light of Divine values.

3. The Status of Humans

The Articles of Faith and the Pillars are not all. An exemplary structure must be built on this foundation and pillars. The glorious Qur'an states, "You, mankind, are the topic of this Book" (21:10). So, let us briefly view the assigned status of man in the life of this world.

(a) "We have made all human beings dignified and honorable" (17:70). (Note here there is no distinction of Jew or Gentile, Muslim or Christian, black or white, rich or poor, male or female.)

(b) Mankind is all one community (10:19).

(c) After naming 15 messengers of God, including Jesus, the Qur'an re-asserts that all human beings belong to one brotherhood (21:92).

(d) The only criterion of superiority among men and women is one's character (49:13).

Thus, the Qur'an negates all unfair man-made standards of distinction between people whether it is race, color, family, wealth, origin or nationality. All human beings are equal in the sight of God. All children are born free and equal to one another.

Besides placing people at par with one another, Allah has decreed humans to be born sinless. **Contrary to the Christian belief, all children are born into this world with a clean slate.** The Qur'an, negates the concept of the "ORIGINAL SIN". No child brings with him or her the sin of Adam and Eve because:

No person will bear the load of another person's deeds (53:38).

Every person is accountable for one's own actions (53:39).

And the Holy Messenger elaborated, "No son or daughter will be punished for his/her parent's fault." Therefore, according to Islamic teachings, a newborn neither brings with him/her the stigma of a previous life (as in the Hindu doctrine of re-incarnation) nor is he born tainted

(d) **Saum :** Yearly training program for the able-bodied to curb their needs and desires for specified periods (2:185). Emotional restraint, cultivation of good manners, perseverance, all as a pre-requisite to establish one nation under One God.

(e) **Haj** (or pilgrimage) : An invitation to those who have the means among **all mankind** (3:97) to gather in Makkah once in their lifetime. The central idea here is mutual consultation to realize the blessings of unity of mankind (22:28) and confer how to make the planet a better place to live.

These five "pillars" of Islam have currently been reduced to mere acts of worship. Mullahs (such as Abul Kalam Azad) never thought of Islam as a collective way of life. Unfortunately most Muslims even today think that just verbal proclamation of "the articles of faith" and ritual acts of worship constitute the whole Islam; and this will absolve them of their duty to God. No wonder that non-Muslims have an erroneous impression of Islam i.e. a religion of the orthodox, illiterate, fatalistic people riding on camels with flowing robes and beards, rosaries in their hands, drenched in worship, masters of terror, keepers of four wives, etc. etc.

Messenger Mohammad, the Exalted, shunned all stereotyped images of priesthood and ritualism by declaring, **"There is no Islam without a unified collective way of life." And according to the Qur'an the ideal collective way of life is where members of the society enrich the life of one another** (59:9).

Dear reader, does any other religion offer a workable collective system of life? Being Deen, not religon, Islam does--- as you will see.

The Holy Messenger said:

The best among people is he who serves mankind.

The best of all activities is service of mankind.

Along the same lines, Umar Farooq, the great second Caliph of Islam advised:

Do not judge people by their worship, judge them

by their dealings with fellow human beings.

If you see someone praying regularly, you can call him a worshipper,

but you may not attest to his piety.

47. In my view, Islam is the only religion [illegible] that will remain eternally practicable in changing times (George Bernard Shaw, *The Genuine Islam*, 1936.)

48. **I believe** that if today an autocrat of Mohammad's caliber assumes world leadersip, he could solve all problems of humanity splendidly. The world will become an abode of peace and happiness. **I predict** that tomorrow's Europe will embrace Islam. (George Bernard Shaw)

49. Mohammad never assigned himself a status more than a common man and a messenger of God. People had faith in him when he was surrounded by poverty and adversity and trusted him while he was the ruler of a great Empire. A man of spotless character who always had confidence in himself and in God's help. No aspect of his life remained hidden nor was his death a mysterious event. (M.H. Hyndman, *The Awakening of Asia.)*

50. **The teachings of Islam can fail under no circumstances. With all our systems of culture and civilization, we can not go beyond Islam and, as a matter of fact, no human mind can go beyond the Qur'an.** (Letter of Geothe to Eckermann)

For the unbiased reader, glimpses from the great non-Muslim minds given in this chapter should suffice to say why I am not a Christian. Further discussion of the subject, however, will shed more light on the subject and I will also explain why I am a Muslim by choice, not by birth.

2. The Pillars of Islam

The term "Pillars of Islam" does not appear in the Qur'an. According to a saying of the Holy Messenger, "the building of Islam rests on five [pillars]."

(a) **Kalema** (or the creed of Islam) : "(I declare from the depth of my heart that) there is no god (in the Universe worthy of my obedience, submission and subservience) but ALLAH, and Mohammad is His Messenger."

(b) **Salat :** Establishing Salat would entail regular submission to Allah and striving collectively to form a social order where no one in society sleeps hungry. (107:1-7)

(c) **Zakat :** The government and people will keep all their wealth and resources open for the betterment of the society and for the fellow human beings. People will give "whatever is more than their needs." (2:219)

Why I am not a Christian (2)

By

Dr. Shabbir Ahmed M.D. (Florida)

37. "Mohammad introduced the concept of such Glorious and Omnipotent God in Whose eyes all worldly systems were pieces of straw. **Islamic equality of mankind is no fiction as it is in Christianity.** No human mind has ever thought of such total freedom as established by Mohammad." (Dr. Mawde Royden, *The Problem of Palestine.)*

38. "Islam is a forceful spiritual energy. Its true meaning will manifest itself when it will be implemented on large scale." (Tor Andre, *Muhammad. The Man and His Faith.)*

39. "Islam does not set impossible goals. There are no mythological intricacies in this message. No hidden meanings or secrets and absolutely no priesthood." (Hitti, *History of the Arabs.)*

40. "In Islam the believer is a worshiper and a soldier ever ready to go to the battlefield but only for that battle which is waged to eradicate the evil." (Spalding, *Civilization in East and West.)*

41. **"The Message of Mohammad is not a set of metaphysical phenomena. It is a complete civilization."** (W.A.R. Gibb, *Whither Islam.)*

42. "The Book revealed to Muhammad is one and unique of its kind. It has left indelible impression on the hearts of humanity. Nothing can overcome its majesty. The Qur'an has given new dimensions to human thinking. Surprising reforms! Stunning success!" (Rev. Margoliouth, *Biography of Mohammad.)*

43. "The Book revealed to Muhammad defines an unalterable guide to individual and collective life of people." (Sir Richard Gregory, *Religion in Science and Civilization.)*

44. **"The Christian World came to wage crusades against Muslims but eventually knelt before them to gain knowledge. They were spellbound to see that Muslims were owners of a culture that was far superior to their own. The Dark Ages of Europe were illuminated by nothing but the beacon of Muslim civilization."** (F.J.C. Hearushaw, *The Science of History.)*

45. "Greatness of purpose, smallness of means and astounding results- Mohammad established a system based upon true and immortal ideology. (Alphonse Lamartine)

46. The power that created in Muslims ravenous appetite for knowledge sprung from the Qur'an. (Rev. Margoliouth.)